لکھنؤ
تعمیرِ حیات
پندرہ روزہ

ملک میں مسلم اقلیت کی حق تلفی

کسی آزاد ملک میں جس نے ملک کی آبادی کے تمام عناصر اور قوموں اور فرقوں کے تعاون، جد و جہد اور قربانیوں کے ذریعہ آزادی حاصل کی ہو، اس کی قیادت اور رہنمائی میں وہ ملک آزاد ہوا ہو، اس کا کوئی جواز نہیں کہ کوئی ایک فرقہ یا قوم خواہ وہ کیسی کھلی اکثریت اور بڑی تعداد میں ہو، اور کیسا ہی سرمایہ دار اور بااثر ہو، وہ نہ صرف اپنی تہذیب و ثقافت اپنے عقائد اور دیومالا کی تعلیم و تبلیغ اور اس کو اپنی نئی نسل کی طرف منتقل کرنے اور اپنی تہذیب و ثقافت اور اپنی زبان و رسم الخط کے نہ صرف رواج دینے اور قائم رکھنے میں، بلکہ پورے ملک پر اور نئی نسل پر اس کو جاری اور رائج کرنے میں آزاد ہو، اور دوسرا فرقہ، دوسرا مذہب رکھنے والے (خواہ وہ اپنی تعداد میں کئی ملکوں کے اسی مذہب کے باشندوں سے زیادہ تعداد رکھتے ہوں) اپنے دین و مذہب کے مطابق تعلیم دینے، اپنی زبان و رسم الخط کی ترویج و بقا، اپنی تہذیب و ثقافت کے تسلسل کی کوشش میں آزاد نہ ہو، روز بروز اس پر نئی نئی پابندیاں عائد کی جائیں اور رفتہ رفتہ وہ محسوس کرنے لگے کہ وہ چلنے پھرنے کھانے کمانے میں تو آزاد ہے لیکن لسانی، ثقافتی اور تعلیمی طور پر پابند اور غلام ہے، اہل علم و نظر جانتے ہیں کہ صرف رسم الخط کی تبدیلی سے ایک ملک کے پورے باشندوں کا اپنے قدیم علمی ورثہ اور پوری ثقافت سے رشتہ ٹوٹ جاتا ہے، اور وہ اپنے ماضی سے منقطع ہو جاتے ہیں، اسی بنا پر ایک فلسفی مؤرخ نے لکھا ہے کہ اب کسی کتب خانہ اور علمی ذخیرہ کو نذر آتش کرنے اور برباد کرنے کی ضرورت نہیں، رسم الخط بدلنا کافی ہے، اسی طریقہ سے اس ملک کا اپنے ماضی سے رابطہ بالکل ختم ہو جائے گا۔

حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندوی

(از ملک کی آزادی کا صحیح مطلب و فائدہ)

فی شمارہ ۵ روپے | سالانہ سو روپے | ۲۵ ستمبر ۱۹۹۵ء

Regd No. LW/NP56
Fax No.: (0522)330020
FORTNIGHTLY
Principal off : 372336
Guest House : 323864

TAMEER-E-HAYAT

NADWATUL-ULAMA, LUCKNOW-226 007 (India)
Rs. 5/-

لکھنؤ کے قدیم مشہور و معروف صندل سے تیار کردہ خوشبو دار عطریات، عمدہ و اعلیٰ قسم کے روغنیات و عرق کیوڑہ، عرق گلاب و دیگر عطریات کی —

IZHAR AHMAD & SONS
PERFUMERS
CHOWK, LUCKNOW-3

ایک قابل اعتماد دوکان۔ ایک مرتبہ تشریف لاکر خدمت کا موقع دیں

SHOP. 241176
RES. 268898

خط و کتابت کا پتہ
اظہار احمد اینڈ سنس پرفیومرس، چوک لکھنؤ

آپ کی خدمت میں جدید و دلکش
سونے چاندی کے زیورات کیلئے
ہمارا نیا شوروم
گہنہ پیلس
حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد فہیم خاں محمد معروف خاں
ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ چوک لکھنؤ
فون نمبر: ۲۶۰۴۳۳

تعمیرِ حیات میں اشتہار دیکر اپنی تجارت کو فروغ دیں

مئو کے نورانی تیل کی خاص پہچان
لیبل پر لائسنس نمبر U-18/77 اور کیپ کے اوپر MAU CITY دیکھ کر خریدیں
نورانی تیل
درد، زخم، چوٹ کٹنے جلنے کی مشہور دوا
انڈین کیمیکل کمپنی۔ مئوناتھ بھنجن (یو۔پی)

چشمہ ساگر
جاپانی کمپیوٹر کے ذریعہ آنکھوں کی جانچ ہوتی ہے۔
AUTO REFRCCTO METER AR.860
فوٹوکرامک، کوٹیڈ لینس، ہائی انڈیکس، ریزی لینس فینسی اور دھوپ کے چشموں کا خاص مقام۔
ایک بار خدمت کا موقع دیں
آپٹیشین۔ اے۔ رحمٰن (علیگ)
شنکر جی کی مورتی کے نزدیک، معتبر گنج۔ اعظم گڑھ

۷۹۴۴
۱۲۳۷۸۹

پندرہ روزہ

تعمیر حیات

لکھنؤ

مجلس صحافت ونشریات دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد نمبر ۳۴	۲۵ ستمبر ۱۹۹۷ء ـ مطابق ـ ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۸ھ	شمارہ نمبر ۲۲

زیر نگرانی :-
مولانا قاضی معین اللہ صاحب ندوی (نائب ناظم ندوۃ العلماء)
مولانا ڈاکٹر عبداللہ عباس صاحب ندوی (معتمد تعلیمات دار العلوم ندوۃ العلماء)
مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی (مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء)
پروفیسر وصی احمد صدیقی صاحب (معتمد مالیات ندوۃ العلماء)

مدیر مسؤل
شمس الحق ندوی

مجلس ادارت :-
مولانا نذر الحفیظ ندوی، مولانا محمد خالد ندوی
مولانا عبد اللہ حسنی ندوی، ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

شرح تعاون

سالانہ ــــــ ۱۰۰ روپے
فی شمارہ ــــــ پانچ روپے
بیرونی ممالک فضائی ڈاک :-
ایشیائی، یورپی، افریقی وامریکی ممالک
ــــــ ۲۵ ڈالر
بیرونی ممالک بحری ڈاک :-
بحری ڈاک جملہ ــــــ ۱۰ ڈالر

اِس دائرہ میں اگر سُرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہوچکا ہے، لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین وادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ سو روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں۔

گذارش

خط وکتابت اور منی آرڈر کرتے وقت کوپن (پیغام سلپ) پر خریداری نمبر کیساتھ مکمل نام وپتہ ضرور لکھیں، خریداری نمبر ہر پتہ کی سلپ پر لکھا رہتا ہے اگر آپ جدید خریدار ہیں تو اس کی صراحت ضرور کریں اس سے دفتری کارروائی میں آسانی اور جلدی ہوتی ہے۔ ــــــ منیجر

خط وکتابت کا پتہ

منیجر تعمیر حیات پوسٹ بکس ۹۳ ندوۃ العلماء لکھنؤ 226007 یوپی

ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت ونشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں

حامد

پرنٹر پبلشر شاہد حسین نے پاریکھ آفسٹ میں طبع کراکے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا

تلاش معاش کی ترغیب اور سوال کی مذمت

عن أبي عبيد مولى عبد الرحمن بن عوف أنه سمع أبا هريرة رضي الله عنه، يقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم "لأن يحتطب أحدكم حزمة على ظهره خير من أن يسأل أحداً فيعطيه أو يمنعه"۔

حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ کے خادم ابو عبیدؒ روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص لکڑی جمع کرے اس کا گٹھر اپنی پیٹھ پر لاد کر لائے (اور بیچے اس سے روزی حاصل کرے) اس سے کہیں بہتر ہے کہ کسی کے سامنے ہاتھ پھیلائے مانگے پھر وہ شخص اس کو دے یا نہ دے۔"

اسلام ذریعۂ معاش کے لئے کام کرنے اور وسائل زندگی کو بڑھانے وترقی دینے والا دین ہے، تگ ودو اور ضروریات زندگی کمانے اور حاصل کرنے کا حکم دینے والا دین ہے، بندۂ مومن کو حکم ہے کہ زمین پر چلے پھرے اور روزگار کے طریقے تلاش کرے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِن رِّزْقِهِ)[1]

وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو نرم کیا، تو اس کی راہوں میں چلو پھرو اور خدا کا (دیا ہوا) رزق کھاؤ۔ عمل سے مراد اپنی جد وجہد اور کوششوں کو کام میں لانا اور آمدنی کے اسباب ووسائل اختیار کرنا ہے۔ اس دنیاوی زندگی کے لئے اللہ تعالیٰ نے (اپنی حکمت خاص سے) یہ دستور بنایا ہے کہ انسان کو زمین کے اوپر یا اس کے اندر کی نعمتیں اور ضروریاتِ معاش اور روزی محنت کئے بغیر نہ حاصل ہو، اس کو اپنی قوت کار کو کام میں لگانا دستور قدرت ہے، دین اسلام میں حصول ذرائع اور وسائل کی فکر وکوشش بھی عام معنیٰ میں ایک قسم کی عبادت ہے، اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس زمین کی آبادکاری کے لئے پیدا فرمایا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ هُوَ أَنشَأَكُم مِّنَ الْأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا)[2]

توانھوں نے کہا کہ اے قوم! خدا ہی کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، اسی نے تم کو زمین سے پیدا کیا اور اس میں آباد کیا۔

لیکن مخلوق کے لئے اللہ تعالیٰ کی حکمت کا یہی فیصلہ ہے کہ یہ رزق جس کی اللہ تعالیٰ نے ضمانت لی ہے اور ذرائع معاش جن کو اللہ تعالیٰ نے پھیلا رکھا ہے مخلوق کے لئے اسی وقت ممکن ہوگا جب عبادت کے شعائر کو ادا کرے، اور اس سے قبل کی چیزوں کی رعایت کرے جن کو تقدم حاصل ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ)[3]

پھر جب نماز ہو چکے تو اپنی راہ لو اور خدا کا فضل تلاش کرو اور خدا کو بہت بہت یاد کرتے رہو تاکہ تم نجات پاؤ۔

اسلامی طرز زندگی میں عمل کی یہی ترتیب ہے اور توازن جو اسلام کا امتیاز وخاصہ ہے، زمین میں زندگی کے تقاضوں کے لئے، عمل وجد وجہد، نشاط اور کمالی کی فکر، پھر اس کے بعد اس فضا سے کٹ کر روح ودل کو کچھ دیر کے لئے اللہ کی یاد کے لئے یکسو کرلینا، یہ دل کو زندہ رکھنے کی ایک اہم ضرورت ہے، اس کے بغیر مومن خدا سے تعلق اور امانت کی گرانباری کو سنبھالنے کی اہلیت اور فیضان خداوندی سے ربط پیدا کرنے کے قابل نہیں ہوسکتا، تلاش معاش کے دوران اللہ تعالیٰ کی یاد ضروری ہے، اللہ تعالیٰ کا دھیان ویاد ہی معاش کی تگ ودو کو عبادت بناتا ہے، اگر دونوں کے درمیان توازن قائم کرنے میں خلل پڑے اور مادہ کا پہلو روح پر غالب آجائے تو نفس کا محاسبہ ضروری ہے، اور کاموں کی ترتیب وتوازن کو شریعت کی میزان پر لانا فرض ہے، قرآن کریم اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ "وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا قُلْ مَا عِندَ اللَّهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ وَاللَّهُ خَيْرُ الرَّازِقِينَ"۔[4]

اور جب یہ لوگ سودا بکتا یا تماشا ہوتا دیکھتے ہیں، تو ادھر بھاگ جاتے ہیں اور تمہیں (کھڑے کا) کھڑا چھوڑ جاتے ہیں، کہدو کہ جو چیز خدا کے یہاں ہے وہ تماشے اور سودے سے کہیں بہتر ہے اور خدا سب سے بہتر رزق دینے والا ہے)۔

باقی ۲۹ پر

[1] ملک ـ ۱۵ [2] ھود ـ ۶۱ [3] الجمعہ ـ ۱۰ [4] الجمعہ ـ ۱۱

اس شمارے میں

۱	درس حدیث	ڈاکٹر محمد لقمان اعظمی ندوی	۲
۲	وقت کا اہم مسئلہ (اداریہ)	شمس الحق ندوی	۵
۳	انسانیت سے بغاوت	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی	۷
۴	نعت و رحمت ﷺ	سید محمد رابع حسنی ندوی	۱۱
۵	سب سے بڑا فتنہ	مولانا سید واضح رشید ندوی	۱۴
۶	صہیونیت کے سو سال	پروفیسر محمد یونس نگرامی	۱۷
۷	اسلام قبول کرلیا	ماخوذ	۱۸
۸	جارج واشنگٹن کے پوتے کا قبول اسلام	نذر الحفیظ ندوی	۱۹
۹	ایک تجربہ	مولانا محمد تقی عثمانی	۲۴
۱۰	مطالعہ کی میز پر	محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی	۲۶
۱۱	مدرسۃ الفلاح میں جلسۂ تعزیت	(رپورٹ) نمائندہ تعمیر حیات	۲۷
۱۲	حاجی منت اللہ کی وفات	(رپورٹ)	۲۸

شرائط ایجنسی

۱- پانچ کاپی سے کم کی ایجنسی جاری نہیں کی جاتی
۲- فی کاپی ۱۰/= روپئے کے حساب سے زرِ ضمانت پیشگی روانہ کرنا ضروری ہے۔
۳- کمیشن جوابی خط سے معلوم کریں۔

نرخ اشتہار

۱- تعمیر حیات کا فی کالم سینٹی میٹر Rs-20/=
۲- کمیشن تعداد اشاعت کے مطابق ہوگا جو آرڈر دینے پر متعین ہوگا
۳- اشتہار کی نصف رقم پیشگی جمع کرنا ضروری ہے۔

بیرون ملک نمائندے

مدینہ منورہ
Mr. TARIQUE HASAN ASKARI Sb.
P.O. Box No. 842
MADINA MUNAWWARAH-(K.S.A)

برطانیہ
MR. M. AKRAM NADWI
O.C.I.S.
St. cross college
Oxford 0x1 3TU-U.K.

ساؤتھ افریقہ
MR. M. YAHYA SALLO NADWI SB.
P.O. Box No. 388
Vereninging
(S. AFRICA)

قطر
MR. ABDUL HAI NADWI SB.
P.O. Box No. 10894
DOHA-QATAR

دبئی
MR. QARI ABDUL HAMEED NADWI SB.
P.O. Box No. 12525
DUBAI- (U.A.E.)

پاکستان
MR. ATAULLAH SB.
Sector A-50, Near sau Quater
H. No. 109 Town Ship Kaurangi
KARACHI-31 (PAKISTAN)

امریکہ
DR. A.M. SIDDIQUI SB.
98-Conklin Ave
Woodmere
NEW YORK 11598 (U.S.A.)

اداریہ

شمس الحق ندوی

وقت کا سب سے اہم مسئلہ

یہ بہت عام بات ہے ہر خاص و عام اس کو جانتا ہے کہ جب بخار یا کسی اور بیماری کے سبب منہ کا مزہ بگڑ جاتا ہے تو عمدہ سے عمدہ اور لذیذ سے لذیذ غذا بھی بدمزہ معلوم ہوتی ہے، غذا تو درکنار اکثر اس کے تذکرہ اور خوشبو سے بھی متلی آنے لگتی ہے، اگر کسی علاقہ میں ملیریائی وبا پھیل جائے اور اس قسم کے مریضوں کی تعداد بڑھ جائے اور وہ سب مل کر کہنا شروع کر دیں کہ ہمارے شہر کی ایسی تمام غذاؤں اور کھانے پینے کی چیزوں کو پھینک دیا جائے، جن کو برانے تصور و خیال کے لوگ پسند کرتے ہیں اور ان کو لذیذ و مزیدار بتاتے ہیں۔

کیا مریضوں کے اس مطالبہ پر شہر کے ذی ہوش لوگ اور طبیب، ڈاکٹر اور صحت مند و باذوق لوگ ان مریضوں کی بات پر کان دھریں گے، کیا اس شہر کے محکمہ صحت کے لوگ مریضوں کے مطالبہ کو تسلیم کریں گے؟ اور خدانخواستہ وہ اس مطالبہ کو تسلیم کریں اور اس پر عمل کریں تو کیا یہ نہ کہا جائے گا کہ ان سب کی عقلوں پر پردہ پڑ گیا ہے، اکثریت اور ماحول کی تبدیلی نے ان کی نظر بندی کر دی ہے، ایسی کہ اپنا علم و فن اور تجربہ سب کچھ بھول گئے ہیں۔

ہماری آج کی دنیا کا کچھ ایسا ہی حال ہو رہا ہے، تہذیب جدید کی نیرنگیوں اور ذرائع ابلاغ کے انسانیت کو مسخ کر دینے والے پروگراموں نے ذہنوں کو اتنا بگاڑ دیا ہے کہ ہر سیدھی چیز ٹیڑھی اور ٹیڑھی چیز سیدھی نظر آرہی جس کے نتیجہ میں ہمارے سماج و سوسائٹی کی تمام قدریں ختم ہوگئی ہیں، وسائل نشر و اشاعت اور ذرائع ابلاغ نے معصوم و سادہ لوح بچوں سے لے کر نوجوانوں اور بوڑھوں تک کے ذہنوں کا سانچہ بدل دیا ہے ان کے سوچنے کے پیمانے اور معیار بدل گئے ہیں۔ اب محبت و شرافت، ہمدردی و خدمت خلق کے جذبات کی جگہ تنگ مزاجی، عداوت و دشمنی، قتل و غارت گری، بے حیائی اور فحاشی نے لے لی ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ انسان سانپ، بچھو، درندوں اور بھیڑیوں کو بھی مات کر رہا ہے، ظلم و زیادتی کا ایسا بازار گرم ہے کہ مظلوم کراہ بھی نہیں سکتا ہے۔ انسانوں کا خون اس طرح بہایا جا رہا ہے کہ جیسے پوری دنیا ایک قتل گاہ بن گئی ہو، دنیا کے مختلف ملکوں اور علاقوں میں رنگ و نسل کی بنیاد پر ہونے والے خون خرابہ کے علاوہ ہوا و ہوس کا مارا انسان کس بے دردی کے ساتھ معمولی معمولی باتوں پر انسان کو مار رہا ہے اور موجودہ وسائل ابلاغ یہودیوں کے اس پلان و منصوبہ کا نتیجہ ثابت ہو رہے ہیں کہ میڈیا کے ذریعہ ہم انسانی ذہنوں کو اتنا بگاڑ دیں گے کہ حق و ناحق خیر و شر، شرم و حیا کی حس ہی ختم ہو جائے۔

وسائل تو وسائل ہیں وہ اپنا کام کریں گے مسئلہ ہمارے استعمال کا ہے کہ ہم اس سے کتنا کام تعمیر کا لیتے ہیں، کتنا بگاڑ و فساد کا، جب ہم اس پہلو سے غور کرتے ہیں تو صاف نظر آتا ہے کہ تعمیر سے کہیں زیادہ ہم ان وسائل کو تخریب کے کاموں میں استعمال کر رہے ہیں، ہم ان کے ذریعہ انسانیت کا سبق پڑھانے کے بجائے، یہودیوں کے مشن و منصوبہ کے تحت ان کے ذریعہ بہیمیت و درندگی، بے حیائی و بے شرمی چوری و دغابازی کا پرچار زیادہ کر رہے ہیں، جس کے نتیجہ میں سکون و چین چھن چکا ہے پوری انسانیت اس جال میں تڑپ اور پھڑپھڑا رہی ہے لیکن نکل نہیں سکتی، ہم نے شاید غلط کہا وہ بے چین ہے لیکن اس شعور سے عاری ہو چکی ہے کہ جو چیز بے چینی کا سبب بن رہی اس کو بری کہے یا سمجھے، بالکل ایسے جیسے شرابی شراب کے نشہ میں دھت ہو کر اپنے ہی کو نقصان پہونچاتا ہے اپنے ہی بیوی بچوں کو مارتا ستاتا ہے لیکن شراب کی لت اس کو ان برے نتائج پر غور کرنے ہی نہیں دیتی۔

کچھ یورپ کی دو ایک زبانیں جانتے ہوں گے،
میں خود یورپ کو جانتا ہوں ۔ع

تم انگریزی داں ہو میں انگریز داں ہوں
میں سارے یورپ سے خم ٹھونک کر کہتا ہوں کہ

تمہارا یورا نظام زندگی غلط ہے ۔ اور وہ انسانیت کو ہلاکت کی طرف لے جارہا ہے ۔ میرا دعویٰ ہے اور پورے استدلال اور یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ دنیا کی نجات پیغمبروں ہی کے راستہ میں ہے اور دنیا کے لیے اس وقت خدا کے یقین اس کے خوف، دوسری زندگی پر ایمان، اور پیغمبروں کی رسالت کے اقرار کے سوا کوئی چارہ نہیں ۔ یہی ہماری دعوت ہے اور یہی ہماری جدو جہد کا مقصد ہے

ان کا جو فرض ہے وہ اہل سیاست جانیں
میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے

تاثرات بر وفات

حضرت قاری سید صدیق احمد صاحب باندوی

● محمد یونس صدیقی

جنت سے آگیا تھا صدیق سا فرشتہ — رہتا تھا خاکیوں میں حق سے تھا اس کا رشتہ
رحلت سے اس کی عالم کیوں ہو نہ جائے سونا — تھا دورِ پُر فتن میں اصحابؓ کا نمونا
باصد کمال و خوبی تھا مسکنت سراسر — چشم غنا میں اس کی شاہ و گدا برابر
ایثار اور تواضع تھی بن گئی طبیعت — دل اس کا شاد ہوتا چھوٹوں کی کر کے خدمت
وہ الفت و محبت وہ شفقت و مروت — سب کا شریک غم تھا، تھا غمگسار امت
ٹوٹے ہوئے دلوں کا بنتا تھا وہ سہارا — دکھ رنج و غم کسی کا اس کو نہ تھا گوارا
اپنے ہوں یا پرائے تھا فیض عام اس کا — ہر اک کے کام آئے بس یہ تھا کام اس کا
دیتا تھا پیار سب کو تو اس کو پیار دیدے — پروردگار عالم رحمت میں اس کو لے لے
وہ نیکیوں کا پیکر فردوس کو سدھارا — اللہ کی رضا پر کیا زور ہے ہمارا
ہاں یاد آرہی ہیں اس کی وہ ساری باتیں — وہ شفقت و محبت وہ پیاری پیاری باتیں
اس مہرباں خدا کو اُن پر جو پیار آیا — تکلیف سے چھڑا کر آرام میں بلایا
اب اپنی نیکیوں کا ثمرہ وہ پا رہے ہیں — ہم رو رہے ہیں وہ تو خوشیاں منا رہے ہیں
فرمان ہے نبیؐ کا دنیا ہے جیل خانہ — مرحوم کو مبارک ایماں کے ساتھ جانا
دنیا ہے سکھ سے خالی دکھ چار سو بھرا ہے — غم کے سوا جہاں میں سوچو تو کیا دھرا ہے

ہم سب بھی اس سفر کی تیاریاں کریں گے
یونسؔ یہ عہد کر لو اسلام پر مریں گے۔

دعائے مغفرت

مولانا عبد القادر صاحب ندوی استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء کی خالہ محترمہ کا ۲۳؍ ربیع الثانی کو انتقال ہو گیا ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

مرحومہ دار العلوم اور اہل دار العلوم سے محبت و عقیدت کا تعلق رکھتی تھیں اور سفراء کی تشریف آوری پر امداد سے بھی نوازتی تھیں ۔

قارئین تعمیر حیات سے دعائے مغفرت و رفع درجات اور ایصال ثواب کی درخواست ہے ۔

● حافظ عبد الرحمٰن خاں صاحب ندوی دبھارنی طویل علالت کے بعد ۳؍ اگست ۹۶ء کو جان جان آفریں کے سپرد کر دی ۔ اور اپنے مالک حقیقی سے جا ملے ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

مرحوم کو مادر علمی دار العلوم ندوۃ العلماء اور اساتذہ سے بیحد محبت تھی خصوصاً حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی دامت برکاتہم سے عقیدتمندانہ تعلق تھا ۔ مرحوم عبد الرحمٰن خاں ندوی مولانا سید واضح رشید ندوی صاحب کے ساتھیوں میں تھے ان کے پسماندگان میں چار لڑکے، ایک لڑکی اور اہلیہ ہیں ۔ اللہ تعالیٰ پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے اور ان کی مغفرت فرمائے ۔

قارئین تعمیر حیات سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے ۔

عمدہ کاغذ، رعایتی قیمت، بہترین سائز

NOTE BOOK

حرمین

اردو کاپی

:- ملنے کا پتہ :-

مکتبہ الحرمین مسجد مرکز والی ڈاکٹر بی این در مارڈ امین آباد لکھنؤ ۔

مذکورہ بالا پتے سے تعمیر حیات جاری کرا کے رسید حاصل کر سکتے ہیں ۔ صبح ۹ بجے سے رات ۸ بجے تک

فون نمبر: ۲۱۷۹۵۶ ۔

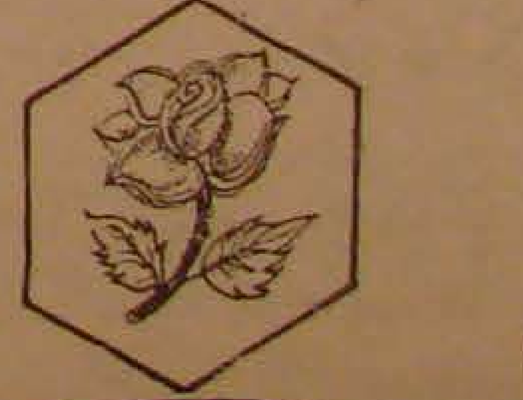

ساری انسانیت کے لئے نعمت و رحمت صلی اللہ علیہ وسلم

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

اللہ کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت جس وقت ہوئی، اس وقت دنیا اپنی مادی و دنیاوی ترقی کے اعلیٰ مقام تک پہونچی ہوئی تھی، ایران اور روم میں تمدن، علم، وسائل راحت، اعلیٰ درجہ تک پہونچ چکے تھے، اس کی تفصیلات دیکھی جائیں تو حیرت ہوتی ہے ۔ آج کے انسان نے اپنے متمدن علاقوں میں زندگی کی راحتوں کا جو سامان مہیا کرلیا ہے اس زمانہ کا سامان راحت اس سے کم نہیں رہا ہوگا بلکہ اس سے زیادہ ہی رہا ہوگا لیکن انسان کو بحیثیت انسان کے جو قلبی سکون اور ذہنی راحت مطلوب ہے وہ اس کو بالکل حاصل نہ کرسکا تھا، بلکہ وہ اس لحاظ سے ایک مصیبت کی کیفیت میں تھا، اور یہ کیفیت بڑھتی جارہی تھی، جس کے پاس پیسہ اور اقتدار ہوتا وہ ہر طرح کی نعمتوں اور راحتوں کو جمع کرلیتا، اور جس کے پاس پیسہ نہ ہوتا وہ سوسائٹی میں جانور سے بدتر حیثیت رکھتا تھا، بیل، بھینس گھوڑے کو وہ تکلیف و بے بسی جھیلنی نہیں پڑتی تھی جو ایک غلام انسان کو یا ایک نوکر کا کام انجام دینے والے کو جھیلنا پڑتی تھی، حتیٰ کہ دولت مندوں کی معیاری دعوتوں میں محض لطف مجلس اور سرور محفل کے لئے کھانے کے اوقات میں غلام یا قیدی پکڑ کر لائے جاتے اور ان کو آگ لگا کر مشعل کے طور پر استعمال کیا جاتا اور لوگ دعوت کھاتے جاتے غلام کے جلنے اور تڑپنے سے لطف لیتے جاتے جیسے کوئی آتشبازی یا پھلجھڑی سے لطف لیتا ہے اپنے کو برتر سمجھنے والی قومیں دوسری قوموں کو جانور سے کمتر درجہ کی سمجھتی تھیں اور ان کے کہنے والے کہتے تھے، کہ ان کے آدمیوں کو لوٹ لینا مار ڈالنا، ان کی زندگی اور موت سے اپنے مفاد کی خاطر کھیلنا اور برباد کر دینا کوئی جرم نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر انسان کو اس ظلم سے آزادی دلائی، آپؐ نے نعرہ دیا کہ ایک انسان دوسرے انسان کا بھائی ہے ۔ سب ایک آدم کی اولاد، ایک خدا کے بندے ہیں، نہ کوئی بڑا ہے نہ کوئی چھوٹا، اور آپ نے اپنے عمل سے یہ کر کے بھی دکھا دیا، کہ عربوں کے معزز ترین قبیلہ قریش کی معزز ترین شاخ کے چشم و چراغ ہونے کے باوجود آپ رومی نسل کے حضرت صہیبؓ کو، کالی حبشی نسل کے حضرت بلالؓ کو سرخ ایرانی نسل کے سلمان فارسیؓ کو اپنے پہلو میں جگہ دیتے تھے، اور اس طرح برابری کا معاملہ کرتے جس طرح اپنے ہم خاندان کسی قریشی کے ساتھ معاملہ کرتے، اور آپ نے اس پر صرف عمل کر کے دکھانے کو کافی نہیں سمجھا بلکہ اس کی ببانگ دہل تلقین کی، آپ کے عمل پھر اس کی تلقین کے نتیجہ میں مساوات کی یہ رسم ایسی چلی کر انسانی تاریخ نے یہ دیکھا کہ آزاد اور معزز نسل کے مسلمان بادشاہوں کے ساتھ غلام نسل کے بادشاہ بھی ہوئے اور بار بار ہوئے اور اس پر کسی نے یہ نہیں کہا کہ غلام نسل کے آدمی کیسے بادشاہ ہوسکتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانوں کو جو پیغام خداوندی سنایا اس میں سب سے اول بات یہ تھی کہ انسان کا سر سوائے اپنے مالک حقیقی کے جو خدائے واحد ہے کسی کے بھی سامنے نہیں جھک سکتا، وہ سوائے خدا کے کسی کو حقیقی نافع یا نقصان رساں نہیں سمجھ سکتا" آپؐ نے اسی طرح انسان کی بلکہ جانوروں، درختوں، ستاروں، دریاؤں، اور پہاڑوں کی بندگی و عبادت سے نکال کر تنہا خدائے واحد کی عبادت تک محدود کر دیا اسی کے ساتھ آپ نے انسان کی بڑائی تمام زمینی مخلوقات پر بتائی اور ان مخلوقات کو انسان کا خادم بتایا پھر آپ نے انسان کو انسان سے محبت کرنا سکھایا، اپنے ہم مذہب لوگوں کے ساتھ اپنائیت اور برادرانہ محبت کرنا سکھائی، اپنے اہل خاندان کے ساتھ سلوک و تعاون کی تلقین کی، پڑوسیوں کے ساتھ سلوک کرنے کی ایسی تاکید کی کہ بعض صحابہؓ کو شبہ ہونے لگا کہ ان کو آپؐ عزیزوں اور قرابت داروں کا مرتبہ نہ دیدیں، اور وراثت میں شریک قرار نہ دیدیں، اپنوں کے علاوہ غیروں کی بھی راحت کا خیال رکھنے کی ہدایت فرمائی، آپؐ نے تلقین فرمائی کہ راستہ میں کوئی ایسی چیز پڑی دیکھو جس سے کسی چلنے والے کو تکلیف پہونچ سکتی ہو تو اس کو ہٹا دو، اس کام پر تم کو اجر ملے گا ۔

آپ کو اپنی اہلیہ کی طرف سے جو غلام حاصل ہوئے تھے ان کو آزاد فرما کر ان کے ساتھ عزیز بلکہ بیٹے جیسا معاملہ رکھا حتیٰ کہ اپنی ایک قریب ترین عزیزہ سے جو عربوں کے

یہ جو کچھ ہو رہا ہے اس کو بڑے بڑے دانشور بھی دیکھ رہے ہیں اور بڑے بڑے ماہر نفسیات وسائنسداں بھی ان میں ملکوں کے سربراہ بھی ہیں اور ادیب وشاعر بھی بڑے بڑے قانون داں بھی ہیں، وکلاء اور بیرسٹر بھی، آئی۔ اے ایس افسران بھی ہیں اور انتظامیہ کے ذمہ دار بھی لیکن ان میں سے کسی ایک طبقہ کو بھی یہ فکر نہیں کہ قافلۂ انسانیت کدھر جا رہا ہے، ہر ایک اپنی دنیا میں مگن ہے کوئی طبقہ یہ نہیں سوچ رہا ہے کہ بگاڑ کی آگ کے شعلے دیر سویر اس تک ضرور پہنچیں گے۔ ان میں سے کوئی سامنے نہیں آتا کہ جو ذرائع ابلاغ اور وسائل نشر واشاعت کی ان تباہ کاریوں کو بیان کرے، ان سے ڈرائے روکے کہ بھائیو! تمھارے منھ کا مزہ بدل گیا ہے، تمہاری نظر بندی کر دی گئی ہے تم اپنا علاج کرو محکمہ صحت کے لوگوں کا کہنا مانو، ڈاکٹروں کو جنونی اور پاگل نہ سمجھو ورنہ تم سب کے سب تباہ و برباد ہو جاؤ گے۔

یہ کام صرف نبی کا ہوتا ہے جو پوری انسانی آبادی کا روحانی طبیب ومعالج بنا کر بھیجا جاتا ہے جب سے دنیا آباد ہوتی ہے اس وقت سے برابر یہ ہوتا آیا ہے کہ جب بھی انسانوں کے ذوق و فطرت سلیم میں بگاڑ پیدا ہوا ہے تو خالق کائنات نے جو اپنے بندوں پر بہت ہی مہربان ہے اپنے نبیوں کو بھیج کر ان کی مسیحائی کی ہے اور سب سے آخر میں خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کل عالمی پیمانے پر پوری انسانیت کی مسیحائی کے لئے رحمت عالم اور محسن انسانیت بنا کر بھیجا ہے آپ نے انسانیت کی سوکھی کھیتی کی آبیاری کی، انسانیت کے درد کا درماں بنے، انسانیت کو تباہی سے بچایا۔ اور اس کو وہ نسخۂ کیمیا عطا فرمایا جو ہر عہد و زمانہ کے زہر کا تریاق ثابت ہو، چونکہ آپ آخری نبی تھے اب کسی اور نبی کو نہیں آنا تھا۔ اس لیے آپ کے اس دنیا سے جانے کے بعد آپ کے لائے ہوئے نسخۂ کیمیا یعنی "قرآن کریم" اور آپ کے علمی وقولی ہر دو طرح کے فرمودات وکردار کو محفوظ رکھا گیا اور اس کو ایک نسل سے دوسری نسل کو منتقل کرنے کے لیے آپ کی امت کے علماء ربانیین کو آپ کا جانشین بنایا گیا۔ اور تاریخ شاہد ہے کہ پوری چودہ سو سالہ تاریخ میں علماء نے نیابت نبوت کے اس فریضہ کو انجام دیا ہے اور سخت سے سخت حالات میں انجام دیا ہے۔ اپنا نقصان کر کے انسانیت کو نفع پہونچایا ہے اور اب بھی نفع پہونچا رہے ہیں، مگر افسوس ہے کہ ذوق ومزاج اتنا بگڑ چکا ہے کہ اپنی لگائی ہوئی آگ میں جلنے والے عصر حاضر کے انسانوں کو بھلائی کی طرف بلانے والوں ہی پر غصہ آرہا ہے اور وہ بنیاد پرستی اور مذہبی کٹرپن کا نام دیکر ان کی آواز کو بے اثر بنا رہے ہیں۔ دنیا کا کون پڑھا لکھا انسان ہے جس کے سامنے صبح اٹھتے ہی اخبار میں ہمارے آج کے سماج وسوسائٹی کی ایک جھلک نظر آتی ہو، مگر کتنے ایسے انسان ہیں جو سماج کی اس قابل رحم حالت کو دیکھ کر دکھ محسوس کرتے ہوں بے کل وبے چین ہو جاتے ہوں۔ انسانیت کی اس خونی تصویر کو دیکھ کر اگر کوئی تڑپتا اور بے چین ہوتا ہے تو وہی لوگ جن کو اب مذہبی جنون اور بنیاد پرستی کے طعنہ سے بھی آگے بڑھ کر دہشت گرد کہا جانے لگا ہے اور ان کی انسانیت کا سبق سکھانے والی تعلیمات کو دہشت گردی کی تعلیم سے تعبیر کیا جانے لگا ہے دنیا میں اور ہمارے ملک میں جگہ جگہ زندگی کا بیمہ کرانے کی کمپنیاں قائم ہیں مگر کتنے ہیں جو زندگیوں کو محفوظ کرتے ہیں ہاں مرجانے پر انشورنش کی رقم دے دیتے ہیں مگر جن تعلیمات کے ذریعہ حقیقتاً زندگی کا بیمہ ہوتا ہے اور سماج میں ہر شخص عزت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے ہر شخص اپنے دوسرے بھائی کا بھلا چاہتا ہے، لینے کے بجائے دینے کا آرزو مند رہتا ہے، گرانے کے بجائے گرتوں کو اٹھانے کی فکر رکھتا ہے، آج انھیں تعلیمات کو انسانیت کے لیے مضر ونقصان دہ بتایا جا رہا ہے حالات جس تیزی کے ساتھ بدل رہے ہیں اگر ان کے رخ کو موڑا نہ گیا تو انسانی آبادی میں وہ بھونچال آئے گا جس کے سامنے تاریخ کے سارے زلزلے مات کھا جائیں گے لہٰذا اس زلزلہ سے پہلے جس کے آثار شروع ہو گئے ہیں، ہمارے پڑھے لکھے طبقہ کی ذمہ داری ہے، ہمارے ادیبوں اور صحافیوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ خطرہ کو سمجھیں اور اس کے مقابلہ کے لیے میدان میں آئیں۔

بات جب یہاں تک پہنچ جائے کہ اسمبلیوں میں مارپیٹ شروع ہو جائے، وزیروں اور ممبران میں ہاتھا پائی ہونے لگے، عدالتوں میں گولیاں چلنے لگیں ججوں اور منصفوں تک کو خریدنے کی بات شروع ہو جائے تعلیم گاہوں اور تربیت کے مرکزوں میں ہنگامے ہونے لگیں تو پھر زندگی کے دوسرے شعبوں کا کیا ذکر اور ان کو روشنی ملے تو کہاں سے۔

بیشک یہ صدی سائنس و ٹکنالوجی کی بے مثال ترقی کی صدی ہے مگر ہم یہ تو دیکھیں کہ اس ترقی کو مفید بنانے میں ہم کتنے کامیاب ہو سکے ہیں اور ان کو مفید بنانے کے کیا طریقے اپنائے گئے ہیں۔

ان ساری ترقیات کو مفید بنانے کا طریقہ انھیں نبوی تعلیمات کے اپنانے سے حاصل ہو سکتا ہے جن کو اپنانے کی دعوت دینے والوں کو بنیاد پرست یا الٹے دہشت گرد بتایا جا رہا ہے۔ بلکہ کسی معمولی وبے بنیاد واقعہ کو بد پیگنڈے کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے، یہ انسانیت کی خدمت نہیں بلکہ انسانیت کو تباہی کے غار میں جھونکنے کے مرادف ہے لہٰذا ہمارا پڑھا لکھا سنجیدہ طبقہ جتنی جلد اس حقیقت کو پالے۔

(باقی ص ۱۶ پر)

انسانیت سے بغاوت

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی

انسانیت کا صحیح اندازہ امتحان پڑنے پر اور ایسے مواقع پر ہوتا ہے جب ہر قسم کے ذرائع اور مواقع حاصل ہوں کہ چوری، گناہ، حق تلفی کی جا سکے مگر انسان کے اندر کی کیفیات اس کا ہاتھ پکڑ لیں، جہاں انسانیت کا گلا گھونٹا جا رہا ہو وہاں انسانیت اپنا جوہر دکھائے انسانیت کا اندازہ ہماری موجودہ زندگی کے سانچوں اور مادی ترقی کے پیمانوں سے نہیں ہو سکتا۔

انسانیت درحقیقت ایک بڑا مرتبہ ہے لیکن انسانیت کے خلاف انسان ہمیشہ خود بغاوت کرتا رہا ہے، اس کو انسانیت کی سطح پر قائم رہنا ہمیشہ دوبھر اور مشکل معلوم ہوا ہے۔ وہ کبھی نیچے سے کترا کر نکل گیا اور اس نے کبھی اپنے آپ کو انسانیت سے برتر سمجھا، یعنی اس نے کبھی انسانیت سے بالاتر کہلوانے اور خدا اور دیوتا بننے کی کوشش کی اور سچی بات یہ ہے کہ لوگوں نے خدا اور دیوتا بننے کی کوشش کم کی۔ لوگوں نے انھیں خدا اور دیوتا بنانے کی کوشش زیادہ کی۔ ہم اگر فلسفہ اور روحانیت کی تاریخ پڑھیں تو معلوم ہوگا کہ لوگ انسانیت سے بلند تر کسی مرتبہ کی تلاش میں رہے اور انسانوں کو انسانوں کا صحیح مقام سمجھانے کے بجائے اس سے اونچا ہونے کی فکر کرتے رہے۔ اس کے بالمقابل دوسری کوشش یہ رہی کہ انسان کو انسانیت سے گرا دیا جائے۔ وہ حیوانی اور نفسانی زندگی کا عادی بنے اور دنیا میں من مانی زندگی کا رواج ہو۔

ان دونوں کوششوں کے نتائج دنیا میں ہمیشہ خراب ہوئے، جب انسان کو انسانیت سے اٹھا کر خدا، یا دیوتا بنا گیا تو دنیا میں بدنظمی پھیلی اور بڑا فساد برپا ہوا، دنیا میں لوگوں نے جب خدائی کا دعویٰ کیا، یا لوگوں نے ان کو یہ درجہ دیا تو دنیا میں بگاڑ بڑھتا گیا اور انسانی زندگی میں نئی نئی گرہیں پڑیں جب ایک معمولی سی گھڑی کسی اناڑی کے ہاتھ پڑ جاتی ہے اور اس کی مشین میں دخل دیتا ہے تو وہ بگڑ جاتی ہے تو یہ نظام عالم ان مصنوعی خداؤں سے کیسے چل سکتا ہے اس دنیا کے اتنے مسائل، اتنے مراحل اور اس میں اتنی پیچیدگیاں ہیں کہ اگر ایک انسان اس دنیا کو چلانا چاہے تو یقیناً اس کا انجام بگاڑ ہوگا، میرا منشا یہ نہیں کہ انسان، انسانیت کے دائرہ میں ترقی نہ کرے، بلکہ یہ کہ انسان خدائی کی کوشش نہ کرے، اس نے انسانیت ہی میں کون سی کامیابی حاصل کر لی ہے کہ اب وہ خدائی کی ہوس کرے ؎

تو کار زمیں را نکو ساختی\
کہ با آسماں نیز پرداختی

مذاہب کی تاریخ بتاتی ہے کہ جب اس قسم کی کوشش کی گئی تو ایسی پیچیدگیاں رونما ہوئیں جن کا کوئی علاج نہ تھا، یہ کوشش دنیا کے گوشہ گوشہ میں ہمیشہ تھوڑے تھوڑے وقفہ سے ہوتی رہی ہے، ایسے لوگوں نے فطرت سے زور آزمائی کی ہے اور فطرت سے لڑ کر انسان نے ہمیشہ شکست ہی کھائی ہے۔

دوسری طرف اکثر ایسے انسان گزرے ہیں جنھوں نے اپنے آپ کو چوپایہ جانا ان کو بحیثیت انسان کے اپنی ترقی کا کوئی احساس نہیں ہوا اپنی انسانیت اپنی روحانیت اور خداشناسی کو ترقی دینے کا ان کو کبھی خیال تک نہیں ہوا۔ دنیا میں زیادہ تعداد انھیں انسانوں کی رہی ہے، اس زمانہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں یہ دونوں بغاوتیں، یہ دونوں عیب اور یہ دونوں فساد جمع ہو گئے ہیں۔ اس وقت تقریباً ساری دنیا انھیں دو گروہوں میں بٹی ہوئی ہے، چند آدمی ہیں جو خدائی کے دعویدار ہیں۔ اور جن کو دیوتا بننے کا شوق ہے، باقی اکثر وہ انسان ہیں جو چوپایوں اور درندوں کی سی زندگی گزار رہے ہیں اس لئے اس زمانہ کا بگاڑ ہر زمانہ کے بگاڑ سے بڑھ گیا ہے اور زندگی عذاب جان بن گئی ہے۔

اس وقت مردم شماری کے خانوں میں کوئی ایسا خانہ نہیں کہ جو لوگ اپنی انسانیت کی قدر کرتے اور اس کو صحیح طور پر استعمال کرتے ہیں اس میں ان کا اندراج کیا جائے، مگر آپ خود بانصاف کیجئے کہ آپ کے چاروں طرف زندگی کا جو طوفان امڈا ہوا ہے اس میں کتنے انسان ہیں جن کو انسانیت کا احساس ہے، جو یہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں صرف ایک معدہ اور پیٹ ہی نہیں دیا گیا ہے بلکہ اللہ نے انسان کو روح بھی دی ہے، دل بھی دیا ہے اور دماغ بھی عطا کیا ہے جن کو ہم ہمیشہ نظر انداز کرتے اور ان کے صحیح استعمال سے بچتے ہیں، ہم جنسی خواہشات اور مادی ضروریات کے ریلے میں ایسے بہے چلے جا رہے ہیں جیسے ایک گاڑی اپنے اختیار سے باہر لڑھک رہی ہو جس پر کسی کا کوئی قابو نہ ہو، میں اور سمجھا کر کہوں تو یوں سمجھئے کہ انسانیت ایک سائیکل ہے اور وہ سائیکل ایک ڈھلوان پل پر سے پھسل رہی ہے، اس میں نہ کوئی گھنٹی ہے نہ بریک اور نہ اس کے ہینڈل پر کسی کا ہاتھ ہے۔ جغرافیہ کی پرانی تعلیم یہ بتلاتی تھی کہ زمین چپٹی ہے، جغرافیہ کی

نئی تحقیقات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ زمین گول ہے لیکن مجھے جغرافیہ کے استاد اور طالب علم معاف کریں میں تو یہ دیکھ رہا ہوں کہ زمین ڈھلوان ہے اس لیے کہ ساری قومیں اور ان کے تمام افراد اخلاقی بلندی سے حیوانی پستی کی طرف لڑھکتے چلے آرہے ہیں اور روز بروز ان کی رفتار تیز ہوتی جارہی ہے۔ ہماری زمین کا یہ کرہ ضرور آفتاب کے گرد گردش کر رہا ہے مگر اس کرۂ ارض پر بسنے والا انسان مادیت اور معدہ کے گرد چکر لگا رہا ہے، زمین کی گردش کا انسانوں کے اخلاق و معاملات پر کوئی اثر نہیں پڑتا، لیکن انسانوں کی اس گردش کا تمام دنیا کے اخلاق اور حالات پر اثر پڑ رہا ہے نظام شمسی میں حقیقی مرکز آفتاب ہو یا زمین، لیکن عملی زندگی میں انسانوں کا حقیقی مرکز معدہ یا پیٹ اور حیوانی عنصر بنا ہوا ہے اور ساری انسانیت اس کے گرد چکر لگا رہی ہے، آج دنیا میں سب سے وسیع رقبہ معدہ کا ہے، یوں کہنے کو تو وہ انسان کے جسم کا بہت مختصر حصہ ہے لیکن اس کا طول و عرض اور عمق اتنا بڑھ گیا ہے کہ ساری دنیا اس میں سماتی چلی جارہی ہے، یہ معدہ اتنی بڑی خندق ہے کہ پہاڑوں سے بھی نہیں بھرتا، آج سب سے بڑا مذہب، سب سے بڑا فلسفہ معدہ کی عبادت ہے تعلیم گاہوں میں اسی کا غلام بننا سکھایا جارہا ہے۔ آج کامیاب انسان بننے کا فن سکھایا جاتا ہے، دوسرے الفاظ میں دولتمند بننے کا، آج دولتمند بننے کی ریس ہے، دولتمند بننے کی حرص اتنی بڑھ گئی ہے کہ انسان کو خود اپنے تن من کا ہوش نہیں رہا، مطالعہ، علم اور فنون لطیفہ کا مقصد بھی یہی ہو گیا ہے کہ انسان کہاں سے زیادہ سے زیادہ روپیہ حاصل کر سکتا ہے؟ سب سے بڑا علم اور ہنر یہ ہے کہ لوگوں کی جیبوں سے کس طرح روپیہ نکال کر اپنی جیب بھری جائے؟ اتنا ہی نہیں بلکہ تھوڑے سے تھوڑے وقت میں زیادہ سے زیادہ دولتمند بننے کی کوشش کی جاتی ہے۔ دولتمند بننے کی کوشش تمدن اور سوسائٹی کے لیے اتنی مضر نہیں جتنی جلد دولتمند بننے کی ہوس ہے، یہی ہوس رشوت، خیانت، غبن، چور بازاری، ذخیرہ اندوزی اور حصول دولت کے دوسرے مجرمانہ ذرائع پر آمادہ کرتی ہے اس لیے کہ ان مجرمانہ طریقوں کے بغیر جلد دولتمند بننا ممکن نہیں، اس ذہنیت کی وجہ سے ساری دنیا میں ایک مصیبت برپا ہے دفتروں میں طوفان ہے، منڈیوں میں قیامت کا منظر ہے آج انسان جونک بن گئے ہیں اور انسان کا خون چوسنا چاہتے ہیں۔ آج کوئی کام بے غرض و بے مطلب نہیں رہا۔ آج کوئی شخص بغیر اپنے فائدہ اور مطلب کے کسی کے کام نہیں آتا، آج ہر چیز اپنی مزدوری، اور فیس مانگتی ہے۔ کبھی کبھی تو یہ خیال ہونے لگتا ہے کہ اگر درخت کے سایہ میں دم لیں گے تو شاید درخت بھی اپنی فیس اور مزدوری مانگنے لگیں گے۔ اقبالؔ نے کہا ہے:-

ہند کے شاعر و صورت گر و افسانہ نویس
آہ بیچاروں کے اعصاب پہ عورت ہے سوار

لیکن ان تین طبقوں کی یہ خصوصیت نہیں، سب کا حال یہی ہو رہا ہے کہ دولت اور خواہشات نفس کا نشہ سوار ہے۔ آج دولت کمانا ہی زندگی کا مقصد بن گیا ہے، اور ساری دنیا اس کے پیچھے دیوانی ہے، آج جس انسان کو طالب خدا ہونا چاہیے تھا۔ اس کی معرفت اور محبت سے اپنا ویران دل آباد، اپنا اندھیرا دماغ روشن اپنی بے مقصد و بے کیف زندگی با مقصد اور پُر کیف بنانی چاہیے تھی۔ سارے دل اور دماغ کے ساتھ اس سے محبت کرنی چاہیے تھی اور اس کے راستہ میں سب کچھ مٹا کر حقیقی زندگی حاصل کرنی چاہیے تھی صد حیف کہ وہ انسان حقیقی محبت اور صحیح معرفت سے محروم ہے اس لیے زندگی کی اصل لذت سے محروم ہے حقیقی انسانیت سے محروم ہے اور افسوس ہے کہ لاکھوں کروڑوں انسانوں کو اس سے محرومی کا احساس بھی نہیں آج جس انسان کو خدا کا پرستار ہونا چاہیے تھا۔ وہ دولت کا پرستار اور نفس کا غلام بنا ہوا ہے اور اس کو اس خلاف فطرت غلامی کا احساس بھی نہیں۔

ہر جگہ نفس کا قبضہ ہے

سیاسی اختلافات اور نظام سلطنت تو فرصت کی باتیں ہیں، ہم تو یہ جانتے ہیں کہ حکومت اندرون حکومت خواہشات کی ہے، حکومت پر قبضہ خواہ کسی قوم یا پارٹی کا ہو۔ اور خواہ کوئی صدر یا وزیر ہو، مگر دراصل ہر جگہ نفس کا قبضہ اور خواہشات کا تسلط ہے، پہلے برطانیہ کے متعلق کہتے تھے کہ اس کی سلطنت میں آفتاب غروب نہیں ہوتا، لیکن آج جس حکومت اور سلطنت میں آفتاب غروب نہیں ہوتا وہ نفس کی خواہش اور من کی چاہت ہے۔

وقت کا فرمان یہ ہے کہ نفس کی خواہش پوری کی جائے، دل کی آگ بجھائی جائے چاہے انسانوں کے خون کی نہریں بہتی ہوں، خواہ انسانوں کے اوپر ان کی لاشوں کو روندتے ہوئے گزرنا پڑے، خواہ قومیں اس راستہ پر پامال ہو جائیں خواہ ملک کے ملک ویران اور تباہ ہو جائیں۔

لیکن اس میں ذرا تعجب کی بات نہیں، سینکڑوں برس سے جو تعلیم انسانوں کو دی جارہی ہے خواہ وہ تعلیم گاہوں کے ذریعہ ہو یا سینماؤں کے ذریعہ، یا ادب و شاعری کے ذریعہ، جو ہر ملک اور ہر قوم میں رائج ہے اس کا ماحصل یہی ہے کہ تم من کے راجہ اور نفس کے غلام ہو، اس زمانے کے سارے انسانوں کی آبادیاں اس لحاظ سے ایک سطح پر ہیں اور اس کے خلاف کوئی آواز سنائی نہیں دیتی، ملکوں کے خلاف بغاوت کرنے والے بہت ہیں چھوٹے چھوٹے مسئلوں کے لیے بھوک ہڑتال کرنے والے بہت ہیں، مقامی مسائل کے لیے جان کی بازی لگا دینے والے بہت ہیں لیکن انسانیت کے لیے مرنے والے کتنے ہیں؟ کتنے ایسے ہیں جن کو حقیقی انسانیت کی فکر ہے؟ آج دنیا میں اگر کسی کو انسانیت کے انحطاط کا احساس بھی ہے تو اس میں یہ جرأت نہیں ہے کہ انسانیت کے لیے آواز اٹھائے، سارے کرۂ ارض میں ایک آدمی بھی ایسا نہیں ہے جو انسانیت کے لیے اپنی قربانی دے۔

پیغمبروں کی بے غرضی و بے نیازی

دراصل پیغمبروں ہی کی یہ جرأت تھی، خواہ وہ ابراہیمؑ ہوں یا موسیٰؑ ہوں، عیسیٰؑ ہوں یا محمد ہوں (اللہ کا درود و سلام ہو ان پر) کہ انھوں نے ساری دنیا کو چیلنج کر کے انسانیت کے خلاف جو بغاوت جاری تھی اس سے روکا، ان کے سامنے دنیا کی لذتیں اور دولتیں لائی گئیں مگر انھوں نے سب کو ٹھکرا دیا۔ اور انسانیت کے درد میں اپنی جان کو خطرہ میں ڈالا، اللہ کے برگزیدہ اور منتخب بندوں کی یہ جماعت جس کو پیغمبروں کی جماعت کہا جاتا ہے، دنیا کو کچھ دینے کے لیے آئی تھی، دنیا سے کچھ لینے کے لیے نہیں آئی تھی، ان کی کوئی ذاتی غرض نہ تھی۔ انھوں نے دوسروں کے پنپنے کی خاطر اپنے کو مٹایا انھوں نے دوسروں کی آبادی کی خاطر اپنے اپنے گھروں کو اُجاڑا، انھوں نے دوسروں کی خوشحالی کے لیے اپنے متعلقین کو فقر و فاقہ میں مبتلا کیا۔ انھوں نے غیروں کو نفع پہنچایا اور اپنوں کو منافع سے محروم کیا۔ کیا دنیا کے رہنماؤں میں ایسی بے غرضی اور خلوص کی مثالیں مل سکتی ہیں؟ پیغمبروں نے اپنے اپنے زمانہ میں اپنی اپنی قوموں میں خلش پیدا کی اور ان کو محسوس کرایا کہ موجودہ زندگی خطرہ کی ہے جو لوگ اطمینان کے عادی تھے اور میٹھی نیند سو رہے تھے اور میٹھی نیند ہی سونا چاہتے تھے۔ انھوں نے پیغمبروں کی اس دعوت اور تنبیہ کے خلاف سخت احتجاج کیا اور بڑی شکایت کی کہ انھوں نے ہمارا عیش مکدر کر دیا اور ہماری نیند خراب کی لیکن جو گھر میں آگ لگی ہوئی دیکھتا ہے وہ سونے والوں کی پروا نہیں کرتا اور اس کو کسی کی نیند پر ترس نہیں آتا، پیغمبر انسان کے حقیقی ہمدرد تھے، وہ دنیا کو خواب خرگوش سے بیدار کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے، دنیا کے گمراہ رہنماؤں اور نفس کے بندوں نے دنیا کو مارفیا (MORPHIA) کے انجکشن دئے اور اس کو تھپک تھپک کر سلایا، مگر پیغمبروں نے انسانوں کو جھنجھوڑا اور غفلت سے بیدار کیا، یہ چھوٹی چھوٹی جنگیں اور لڑائیاں دراصل اس لیے ہوئیں کہ دنیا کی غفلت دور ہو، اور دنیا پر جو تاریکی مسلط ہے وہ ختم ہو انسان حقیقی انسانیت کو سمجھے۔

پیغمبر اسلام کی شخصیت

ہمارے سامنے سب سے زیادہ ممتاز اور سب سے زیادہ واضح اور روشن، سب سے زیادہ بلند مرتبہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔ اگر ہم اس حقیقت کا اظہار نہ کریں تو یہ ایک خیانت ہوگی، ہمارا ضمیر اس کی اجازت نہیں دیتا کہ ان کے اس احسان کو نہ بتلائیں جو انھوں نے انسانیت پر کیا۔

جب دنیا میں ایک انسان یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ اللہ ہی اس دنیا کو اکیلا چلا رہا ہے اور وہی بندگی اور اطاعت کا مستحق ہے، آپ نے اس حق کا اعلان کیا اور اس آواز کو بلند کیا کہ آج دنیا کے ہر حصے سے یہ آواز بلند ہو رہی ہے اور جب کوئی آواز سننے میں نہیں آتی تو یہی آواز کانوں میں آتی ہے۔ آج یہ آواز تمام دنیا میں پھیل گئی ہے۔

آپ کی تعلیم اور آپ نے جو کچھ دنیا کو عطا کیا وہ انسانیت کا مشترک سرمایہ ہے جس پر کسی قوم کی اجارہ داری قائم نہیں ہو سکتی جس طرح ہوا، پانی اور روشنی پر کسی کو اجارہ داری کا حق نہیں اور کوئی اس پر اپنی مہر اور اپنی چھاپ نہیں لگا سکتا۔ اسی طرح آنحضرتؐ کی تعلیمات ساری دنیا کا حق ہیں اور ہر شخص کا اس میں حصہ ہے جو ان سے فائدہ اٹھانا چاہے۔ یہ دنیا کی تنگ نظری ہے کہ وہ ان حقوق کو کسی قوم یا ملک کی جاگیر سمجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم محسن انسانیت تھے اور ساری انسانیت آپ کی ممنون ہے۔ دنیا میں جو کچھ عدل و انصاف اس وقت موجود ہے اور جن حقیقتوں کو اس وقت تسلیم کیا جارہا ہے وہ سب آپؐ کا فیض ہے۔

بہار اب جو دنیا میں آئی ہوئی ہے
یہ سب پود انھیں کی لگائی ہوئی ہے

ہم اس موجودہ نظام زندگی کو چیلنج کرتے ہیں ہم لوگوں سے ڈنکے کی چوٹ پر کہتے ہیں کہ تم دنیا کو آج جتنا بلند سمجھتے ہو وہ اتنی ہی پست ہے، ہم صاف کہتے ہیں کہ دنیا تدریجی خودکشی کی طرف جارہی ہے، یہ راستہ انسانیت کی تباہی کا راستہ ہے، میں مسجد سے سیدھا اسٹیج پر نہیں آیا۔ بلکہ کتب خانوں کے راستہ سے، مطالعہ کے راستہ سے اور معلومات کے راستہ سے آپ کے سامنے آیا ہوں۔ آپ میں سے ......

معزز ترین قبیلہ قریش کی فرد تھیں ان سے شادی کر دی، اس طرح آپ نے یہ دکھا دیا کہ آقا و غلام کو کس انتہائی حد تک یکساں کیا جا سکتا ہے۔

آپ کو کوئی بھی ضرورت مند آدمی راستہ میں روک لیتا اور اپنی بات کہتا آپ اس کی بات صبر و سکون سے سنتے اور اس وقت تک سنتے رہتے جب تک وہ اپنی بات پوری نہ کر لیتا اور خود نہ کہتے کہ اب ختم کرو، اگر اس کا کام کر سکتے تو کر دیتے اور نہ کر سکتے ہوتے تو بہت نرم انداز میں معذوری ظاہر کرتے، خاص طور پر غریب اور کمزور آدمی کے ساتھ بہت ہی رعایت کا معاملہ کرتے۔

مکی زندگی میں جہاں آپ کے وطن کے معزز لوگ آپ کے مخالف اور دشمن ہو رہے تھے وہ اس بات کے بھی مخالف تھے کہ غلاموں اور چھوٹے لوگوں کی آپ کیوں پذیرائی کرتے ہیں، ایک موقع پر ایک دیہاتی جس نے شہر کے ایک معزز شخص ابو جہل کے ہاتھ جو آپ کا سب سے بڑا مخالف تھا کچھ اونٹ فروخت کئے تھے اور دام دینے میں آج کل کر کے ٹال رہا تھا مکہ آیا اور قریش کے کئی معززین سے کہا کہ بیچ میں پڑ کر رقم دلوا دیں، ان میں سے کسی کی ہمت نہیں پڑی بلکہ انھوں نے اس شخص کو تفریح لینے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیج دیا کہ ان سے مدد لو، وہ دلا دیں گے ان کی نیت یہ تھی کہ آپ یا تو اس کا کام کرانے سے معذرت کریں گے اس سے آپ کی نیک نامی میں کمی آ جائے گی اور اگر دلانے کی کوشش کریں گے تو ٹکراؤ ہو گا اور نقصان اٹھائیں گے۔ وہ دیہاتی آپ کے پاس گیا آپ فوراً تیار ہو گئے اور ابو جہل کے پاس گئے دروازہ کھٹکھٹایا اس نے کہا کون آپ نے فرمایا محمد، وہ نکلا آپ نے فرمایا کہ ان کے دام کیوں نہیں ادا کرتے، وہ انسانی ہمدردی میں آپ کی اس جرأت سے اتنا مرعوب ہوا کہ اس نے کہا ابھی ادا کر رہا ہوں اور اندر جا کر پورے دام اس دیہاتی کو دیدیئے، اس دیہاتی نے قریش کے معزز لوگوں سے کہا کہ یہ بڑے اچھے آدمی ہیں ہمارے دام دلوا دیئے۔

آپ ہر ایک کے ساتھ حتیٰ کہ اپنے دشمنوں کے اور اسلام کے مخالفوں کے ساتھ بھی اچھا سلوک و برتاؤ کرتے تھے آپ نے اپنے اصحاب کو قرآن مجید کا یہ حکم پہونچایا کہ اگر کوئی مشرک تمہارے پاس مہمان کے طور پر یا مدد کے لئے آئے تو اس کو ٹھہراؤ، وہ اللہ کا بھیجا ہوا کلام سنے گا، پھر اس کو اس کی امن و حفاظت کی جگہ پہونچا دو۔ چنانچہ آپ کے اصحاب بھی اس پر عمل کرتے تھے، چنانچہ دوست تو دوست دشمن بھی متاثر ہوتے تھے۔

آج دنیا نے جمہوریت و مساوات کے جو اعلیٰ سے اعلیٰ نظریات پیش کئے ہیں اور ان پر عمل کرنے کا دعویٰ ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار کردہ انسانی ہمدردی، عملی مساوات کا ایک چھوٹا نمونہ بھی نہیں پیش کر سکتی، امریکا آج جمہوریت کا سب سے بڑا علمبردار ہے لیکن کالوں کو گوروں کے مساوی سمجھنے میں کوتاہی کرنے سے ابھی تک نہیں بچ سکا، زندگی کے مختلف میدانوں میں سیاست میں، تعلیم میں، معاشرت میں ہر جگہ وہاں دونوں میں فرق کیا جاتا ہے، جنوبی افریقہ میں انگریزوں نے ابھی چند برسوں قبل تک سیاسی اور سماجی زندگی میں کالوں کو عزت و احترام سے انتہائی دور رکھنے اور ان کو کمتر سمجھنے کا جو رویہ اختیار کر رکھا تھا وہ ظلم کی انتہائی مثال ہے، یورپ میں باوجود ساری ترقیات کے آج بھی انسان انسان میں فرق کیا جاتا ہے، لیکن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معزز ترین سمجھی جانے والی نسل اور معزز ترین شاخ کے فرد ہونے کے باوجود غلاموں اور سماجی طور پر دبے کچلے انسانوں کے ساتھ برابری، مساوات اور عزت کا جو معاملہ کیا اور برابر کرتے رہے اور اس کی تلقین کرتے رہے، پوری انسانی تاریخ اس کی مثال نہیں پیش کر سکتی، اس سلسلہ میں آپ کی تلقین و ہدایت اور سخت تاکید کے اثر سے آپ کے ماننے والوں نے بھی اس مساوات اور انسانی ہمدردی کے اعلیٰ کارنامے کر دکھائے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں ملک شام کا ایک بادشاہ مسلمان ہو کر حج کرنے آیا، وہ اپنے شاہی کر و فر کے لباس میں مشغول طواف تھا کہ ایک غریب اور دیہاتی کا پیر اس کے دامن پر پڑ گیا جس سے وہ بادشاہ برہنہ ہوتے ہوتے گرنے کے قریب ہو گیا اس کو ایسا غصہ آیا کہ اس نے اس غریب دیہاتی کو طمانچہ مار دیا، دیہاتی نے خلیفۂ وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شکایت کی، حضرت عمرؓ نے دونوں کے سماجی فرق کا لحاظ کئے بغیر بدلہ دلانے کا حکم دیدیا کہ بدوی کو اختیار دیا جاتا ہے کہ اسی طرح اس بادشاہ کے طمانچہ مارے، بادشاہ نے کہا کیا یہ بھی ہو سکتا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہاں۔! حصول انصاف میں سب برابر ہیں، بادشاہ نے ایک روز کی مہلت طلب کی، آپؓ نے وہ مہلت دیدی، وہ رات ہی رات بھاگ گیا، اور اسلام سے ہٹ گیا، لیکن حضرت عمرؓ اپنے انصاف پسند فیصلہ پر سے نہیں ہٹے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانیت نوازی، مساوات اور کمزوروں کی مدد کی جو تلقین فرمائی اس کا اثر آپ کی امت

میں نمایاں طریقے سے ظاہر ہوتا رہا، اور شاندار مثالیں سامنے آتی رہیں، آپؐ نے صرف انسانوں ہی نہیں بلکہ ہر ذی حیات کے ساتھ ہمدردی کی تلقین فرمائی، آپؐ کا فرمان تھا کہ "فی کل کبد حری لکما اجر" ہر گرم کلیجہ رکھنے والی شئے کا خیال رکھنے پر تم کو اجر ملے گا، ظلم کو جانور کے ساتھ بھی روا رکھنے کی اجازت نہیں دی، بے زبان جانور کی تکلیف دور کر دینے پر بھی اجر بتایا۔ اور کئی واقعات ایسے بتائے کہ پیاسے جانور کو پانی پلا دینے پر ایک بڑے گنہ گار کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بخشش ہو گئی اور ایک جانور کو بہت دکھ دینے پر آدمی کو جہنم کا عذاب ملا۔

آپؐ اس دنیا سے جس وقت رخصت ہو رہے تھے آپ کی زبان مبارک پر خاص طور پر دو نصیحتیں تھیں کہ دیکھو اپنے پروردگار کی عبادت (نماز) کو قائم رکھنا اور اپنے غلاموں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، آپ نے اس کی اتنی اہمیت محسوس کی کہ اس دنیا سے رخصت ہوتے وقت بھی آپؐ نے اس کی طرف توجہ دلائی کہ امت کے لوگ اس کی اہمیت کو سمجھیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "من لم یوقر کبیرنا ومن لم یرحم صغیرنا فلیس منا" کہ ہمارے معاشرہ میں جو اپنے بڑوں کا احترام نہ کرے اور اپنے چھوٹوں کے ساتھ رحمدلی نہ کرے وہ ہماری جماعت میں سے نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے کمزور ہونے کی بیحد رعایت فرمائی اور ایسے احکام دیئے جن سے عورت کی عصمت کی حفاظت اس کے باعزت مرتبہ کا لحاظ رکھا جائے، آپؐ نے عورت کو باعزت مقام دلایا، ورنہ عورت کو مرد کے لئے کھلونا اور خدمت اور راحت رسانی کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا، اس کو پیدا ہونے کے وقت ہی سے ناپسندیدہ سمجھا جاتا تھا، حتیٰ کہ بچپنے میں زندہ دفن کر دیا جاتا تھا، آپ نے عورت کو مرد جیسی عزت والا بنایا بلکہ لڑکیوں کی پرورش کا ثواب لڑکوں کی پرورش سے بھی زیادہ بتایا، اور عورت خواہ بیوی ہو، خواہ ماں ہو تو اس کے حقوق علاحدہ علاحدہ اعلیٰ سطح سے مقرر فرمائے اور ان کی ادائیگی کی تاکید فرمائی، بیٹی کا حق بیٹے کے حق کے ساتھ ضروری قرار دیا اور اس کو باقاعدہ مقرر فرمایا، بھائی کے ساتھ بہن کا بھی حق بتایا اور اس کو بھی مقرر فرمایا، بیوی اگر شوہر کا ظلم دیکھے تو اس کے لئے علاحدگی کا طریقہ طے فرمایا۔

آپؐ کی محبت و ہمدردی صرف انسانوں تک محدود نہیں رہی، نہ صرف ہر جاندار کے ساتھ محدود رہی بلکہ آپؐ نے خدا کی دی ہوئی دولت اور دنیاوی سہولتوں کے بارے میں بھی عادلانہ اور منصفانہ رویہ سکھایا، خرچ میں اسراف سے منع کیا تاکہ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو ضائع نہ کیا جائے، صدقہ خیرات کی تلقین فرمائی تاکہ امیروں کی دولت غریبوں تک بھی پہونچے، زکوٰۃ کے حکم کے ذریعہ زائد دولت رکھنے والوں پر غریبوں کی مدد لازمی کر دی تاکہ اس دنیا کی دولت و ثروت ایک جگہ اکٹھا ہو جانے سے ضائع نہ ہو، عبادات میں روزہ کا بھی حکم سنایا جس کے ذریعہ ہر مسلمان کو بھوک پیاس کی ایک سالانہ مشقت سے گذرنا ہوتا ہے تاکہ اس کو محسوس ہو کہ بھوک کیا چیز ہوتی ہے اور بھوکا انسان کیسا ہوتا ہے تاکہ اس کا احساس رہے اور کم وسائل زندگی رکھنے والے کی تکلیف کا تصور ہر مسلمان کے ذہن میں قائم ہے۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ زندگی اور اپنی اردگرد کی دنیا میں جو کچھ ہے اس سے فائدہ اٹھانے اور اس سے فائدہ پہونچانے کے طریقے بتلائے، ایسے طریقے کہ ان پر عمل کرنے سے دنیا کا سارا نظام درست ہو جاتا ہے۔ اور برائیوں کا ازالہ ہو جاتا ہے اور اس نظام پر عمل کیا جائے تو ساری دنیا اعتدال، انصاف، امن اور بھائی چارگی کے ماحول میں چین و اطمینان اور خوشحالی کی زندگی گزار سکتی ہے، اور اس پر مزید یہ کہ اس دنیا کے ختم ہونے پر جب آخرت کی زندگی آئے گی تو وہاں بھی مزید کامیابی اور راحت و عافیت حاصل ہو گی۔

آپؐ ان عظیم تعلیمات اور خود ان پر عمل کرنے کے باعث عالم بلکہ سارے عالموں کے لئے امن و راحت کے پیامبر بنے اور مساوات اور امن و راحت کا راستہ بنانے اور راستہ ہموار کرنے کی وجہ سے رحمۃ للعالمین ثابت ہوئے جس کی شہادت خود خدا تعالیٰ نے اپنے فرمان میں دی ہے کہ "وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ" کہ ہم نے تم کو مخصوص طور پر تمام دنیا جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے، صلی اللہ علیہ وسلم صلاۃً وسلاماً دائماً الیٰ یوم القیامۃ۔

قرآن کریم کی مقدس آیات اور احادیث نبوی، دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کیلئے شائع کیجاتی ہیں ان کا احترام آپ پر فرض ہے، لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہوں، انکو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔

خط و کتابت کرتے وقت

خریداری نمبر اور اپنا پتہ

صاف اور خوش خط تحریر فرمائیں (ادارہ)

عالم انسانی کے لیے سب سے بڑا فتنہ

مولانا سید واضح رشید ندوی — ترجمہ — سید جاوید احمد ندوی

صہیونیت ہر اس تحریک کی پشت پناہی کرتی ہے جس کی بنیاد مذہب بیزاری اور کردار کشی پر پڑی ہو، کیونکہ یہود کا خیال ہے کہ وہ اللہ کی محبوب اور برگزیدہ قوم ہے۔ باقی تمام قومیں اور مذاہب شیطانی یا حیوانی ہیں۔ لہٰذا یا تو انھیں یکسر ختم کر دینا چاہیے۔ یا غلامی کی رسی گلے میں ڈال دینا چاہیے۔ ان کی کتابوں میں اس کی پوری صراحت ملتی ہے اور مسلمان تو خاص طور سے ان کی عداوت کا نشانہ ہیں ہی، لیکن عیسائیوں کے سلسلہ میں ان کا نظریہ اپنی درشتی اور سختی میں ویسا ہی ہے جیسا مسلمانوں کے ساتھ ہے اسی طرح پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کا موقف وہی ہے جو دیگر انبیاء کے ساتھ تھا یہاں تک کہ خود ان کے اپنے انبیاء بھی ان کی طعن و تشنیع سے نہ بچ سکے۔ اسی بغض و عناد کو چھپانے کی خاطر یہود اپنی کتابوں اور عقائد کو عام کرنے سے گریز کرتے ہیں، اور کبھی کوئی کتاب منظر عام پر آجاتی ہے جس سے ان کے عقائد کا پردہ فاش ہوتا ہو یا ان کے سازشی کردار کا بھرم کھلتا ہو تو فوراً اس پر پابندی عائد کرتے ہیں اور اسے عام ہونے نہیں دیتے جیسا کہ انھوں نے حکماء صہیون و تلمود کی دستاویزات کے متعلق سے کیا ہے یہی وجہ ہے کہ بہت سارے لوگ ان کے برے اور خبیث عزائم سے ناواقف و نا آشنا ہیں جو ان کی کتابوں میں مذکور ہیں، اسی طرح اکثر تعلیم یافتہ حضرات بھی ان کے مکتوبات و معاہدوں سے بے خبر ہیں لیکن ان کی انفرادی و اجتماعی حرکات، ظالمانہ رویئے دیگر قوموں کے مقدس مقامات کے ساتھ ان کے غلط اقدامات اور ان کے فرعونی و نمرودی کردار ان کی چھپی ہوئی اس عداوت و بغض کی نشاندہی کرتے ہیں۔

ہر چند کہ یہودی تحریکیں نہایت خفیہ طریقہ پر کام کرتی ہیں لیکن پھر بھی بہت سی تحریکوں کے بارے میں معلوم ہوا ہے۔ کہ وہ یہودی اصول کی حامل ہیں جن کا شیوہ تباہی و بربادی مچانا اور مذہب و عقیدے کی بے حرمتی کرنا ہے اکثر محققین جنھوں نے مذہب و اخلاق کے خلاف آواز اٹھائی ہے یہودی ہیں اور بعضوں نے تو اپنی یہودیت پر پردہ ڈالنے کے لیے عیسائیت اختیار کر لی، بعض نے الحاد و لادینیت کا اظہار کیا۔ لیکن فی الحقیقت وہ کٹر اور غالی یہودی ہیں۔ اسی طرح یہ فرد و جماعت کی زندگی سے اخلاق و کردار کی گرفت کمزور کرنے کے لیے حریت و اباحیت کا نعرہ لگاتے ہیں۔

ایک طرف تو یہ یہودی الاصل تحریکیں ہیں جن کا مذہب بیزاری اور کردار کشی میں اہم رول ہے اور جو قوموں کے تمدن و ثقافت، ان کے علمی سرمایوں پر پانی پھیرنے، پرسکون ماحول میں سنسنی پیدا کرنے، مختلف طبقات اور جماعتوں کے مسائل میں دخل اندازی کرنے اور ان کے جذبات کو بھڑکانے میں معروف ہیں تو دوسری طرف وہ ذرائع ابلاغ ہیں، جن کو یہودی ذہن نے دوسرا میدان عمل بنایا ہے۔ اور اس کے ذریعہ رائے عامہ پر اثر انداز ہوتا ہے اور حسب موقع اس کو استعمال کرتا ہے، چنانچہ یہ یہود کا نیوز ایجنسیوں اور لاکھوں کی تعداد میں شائع ہونے والے عالمی رسائل و مجلات، ریڈیو، ٹیلی ویژن، اور سینما پر قابض ہیں اور فلم انڈسٹری پر بھی ان کی گہری چھاپ ہے، موجودہ ذرائع ابلاغ کی تاریخ پر جن کی نظر ہے ان کے لیے یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے اس اہم شعبہ میں یہودی بہت ہی سرگرم ہیں جس میں نہایت چابکدستی اور مہارت کے ساتھ دنیا میں ہونے والے انقلابات و واقعات کا اپنے تصور کے مطابق تجزیہ کر کے لوگوں کی ذہن سازی کرتے ہیں۔

تازہ ترین ذریعہ ابلاغ "انٹرنیٹ" ہے جو اب عام ہونے لگا ہے اس کے برے اور مضر اثرات پہلے ہی مرحلہ میں ظاہر ہو چکے ہیں جو یہودیوں کے غلط استعمال کا نتیجہ ہیں اور اس کا نتیجہ ہے کہ مختلف سیاسی اور اخلاقی ادارے اس کے ذریعہ شائع ہونے والی خبروں اور واقعات پر شکوک و شبہات کا اظہار کر رہے ہیں اور اس طرح کی فریب کاری، جعل سازی اور حقائق کی پامالی کی کتنی ساری مثالیں سامنے آچکی ہیں جن کا نشانہ دنیا کے مختلف ادارے بن چکے ہیں اسی لیے بعض ممالک اس نظام پر پابندی عاید کرنے کی سوچ رہے ہیں۔

ابھی کچھ ہی دن پہلے کی بات ہے کہ "انٹرنیٹ" کے ذریعہ ایک ہندوستانی اداکارہ اور ایک ہندو دیوی کی عریاں تصویر شائع کی گئی۔ اسی طرح عالمی عقائد و نظریات کے سلسلہ میں غلط اور بے بنیاد باتیں پیش کی گئیں اس خطرے کی

اصل بنیاد یہ ہے کہ اس کے ذریعہ بقدر مفاد معلومات فراہم کرنے اور ترسیل وغیرہ کے مسئلہ میں غایت درجہ آسانی پیدا ہو گئی ہے کبھی تو واقعی یہ معلومات حقیقت پر مبنی ہوتی ہیں۔ اور کبھی صرف خیالی اور بے بنیاد ہوتی ہیں اور کبھی اس کا تعلق کسی فرد سے ہوتا ہے اور کبھی کسی جماعت یا معاشرے سے اور یہی اصل خطرے کی بات ہے اور اس سے زیادہ خطرناک بات تو یہ ہے کہ اس طرح کی معلومات فراہم کرنے والے اداروں کی تعیین مشکل ہو جاتی ہے۔

اس ذریعہ ابلاغ کے ظہور پذیر ہونے کے تھوڑی ہی مدت بعد اس خطرے کے اثرات نمایاں ہونے لگے، چنانچہ تخریب پسند تحریکات اور غلط مکتب فکر کے لوگوں نے اس کے ذریعہ حاصل ہونے والی سہولتوں کو اپنے افکار و نظریات کو فروغ دینے کے لیے غنیمت سمجھا نتیجہ یہ ہے کہ یہی ذریعہ ابلاغ بیک وقت خبر رسانی اور حقائق کی پامالی دونوں کا سرچشمہ بنا ہوا ہے، مختلف ممالک نے اس خطرے کا نوٹس لیا ہے۔ اور اس پر پابندی عائد کرنے کی بات کہی ہے۔

مجلہ "اکنومسٹ" شمارہ ۱۵ جولائی ۱۹۹۶ء نے لکھا ہے کہ: "امریکی نوجوان گذشتہ دنوں ایک سیاح کی حیثیت سے دوسرے ممالک پر حملہ آور ہوتے تھے، اور اجتماعی اور معاشرتی زندگی پر اپنا اثر ڈالتے تھے پھر بھی ان کا یہ اثر محدود ہوتا تھا۔ لیکن "انٹرنیٹ" کا حملہ وسیع و عریض پیمانہ پر گھر، خاندان اور افراد اور جماعت سب پر یکساں طور پر ہے، کیونکہ یہ لسانی تمدنی اور جغرافیائی تمام حدود کو پار کر جا رہا ہے۔ اور بیک وقت سب کو اپنا مخاطب بنا رہا ہے اور یہ ہر طرح کی رطب و یابس خبریں اور معلومات فراہم کر رہا ہے۔ خواہ اس پر اتفاق ہو یا نہ ہو، قوموں کی سیاست و کردار میں میل کھاتی ہوں یا نہ کھاتی ہوں۔

بین الاقوامی میگزین "اکنومسٹ" کے مطابق ایک طرف تو ہر طرح کے مناسب و نامناسب افکار و نظریات اور مطلوب و غیر مطلوب معلومات منظر عام پر لائے جا رہے ہیں دوسری طرف ایک اور مسئلہ کھڑا ہے جو اس کے عام اور رائج ہو جانے ہی کا نتیجہ ہے۔ اور وہ کتابوں کے حقوق طبع کا مسئلہ ہے اس لیے کہ اب بڑی آسانی کے ساتھ کتابیں اس پر منتقل ہوتی جا رہی ہیں اب نتیجہ یہ ہے کہ ان کی طباعت و اشاعت کا مسئلہ دشوار ہوتا جا رہا ہے، اسی طرح جن کتابوں پر پابندی عاید ہے وہ بھی عام اور متداول ہو رہی ہیں اور بعض ایسی باتیں جو صیغۂ راز میں رہنے کی ہیں وہ ہر کس و ناکس کے سامنے آ رہی ہیں جس کی وجہ سے بعض قابل احترام شخصیتیں بھی نازک صورتحال سے دوچار ہو رہی ہیں۔

فلسطینی مسلمانوں اور پیغمبر اسلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نادیدنی اور گھناؤنی تصویروں کی ترسیل عربوں کے ساتھ دشنام طرازیاں، خلیل میں ان نادیدنی تصویروں والے پوسٹروں کو آویزاں کرنا اس جعل سازی اور حقائق پامالی کی تازہ ترین مثال ہے، اور اس کا نتیجہ ہے کہ وہاں کے مسلمان برہم اور مشتعل ہیں۔

میگزین "اکنومسٹ" نے اپنے اسی شمارے میں لکھا ہے کہ اس طرح کے پوسٹروں کے آویزاں کئے جانے کے بعد ہی جس میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خنزیر کی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔ خلیل میں کشیدگی اور تناؤ بڑھ گیا، اور فلسطینی مسلمانوں نے اس گستاخی کی تاب نہ لا کر اسرائیلی فوج پر بموں اور پتھروں کے ذریعہ حملہ کر دیا، مکہ مکرمہ سے شائع ہونے والے اخبار "العالم الاسلامی" کے مطابق فلسطینی وزارت تعاون و منصوبہ بندی کے ذمہ دار نے بتایا کہ انھیں برقی ڈاک کے ذریعہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور فلسطینی مسلمانوں کی نہایت گندی تصویریں ملیں، اور یہ ڈاک E.MAIL کے ذریعہ آئی تھی مزید براں ان کے ساتھ گستاخانہ لہجے میں دشنام طرازیاں اور زبان درازیاں بھی کی گئی تھیں۔

وزارتی اطلاعی رپورٹ میں آیا کہ کمپیوٹر اس بورڈ کا تابع ہے جس نے برقی خط بھیجا۔ اس میں اس کی صراحت ہے کہ یہ خط اولاً نیویارک سے کسی عنوان سے "انٹرنیٹ" کے ذریعہ بھیجا گیا۔

تصویر و رسائل کے ذریعہ اقوام و ملل پر حملہ کی خاطر "انٹرنیٹ" کا استعمال ایک عام بات ہو گئی ہے، چنانچہ عربی میگزین "المجتمع" نے ۱۵ جولائی کے شمارے میں پیغمبر اسلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کی گئی گستاخی کی مذمت کرتے ہوئے لکھا کہ نیویارک میں یہودی تنظیموں نے مغربی کالونیوں میں اپنے خنزیروں کے ساتھ منظم طریقہ سے انٹرنیٹ کے ذریعہ یکساں مہم شروع کر دی ہے اور اس سلسلہ میں اہانت آمیز تصویریں عام کر دی ہیں جس میں عربوں کے خلاف نازیبا اور گستاخانہ عبارتیں بھی ہیں، لیکن صرف مسلمان ہی اس پروپیگنڈہ کا شکار نہیں ہیں کیونکہ گیلیلیو نامی ایک اسرائیلی میگزین نے ایک تصویر شائع کی ہے جس میں انسانی کلوننگ کے ضمن میں حضرت مریم علیہا السلام کو گائے کے سر سے منسلک کر کے پیش کیا گیا ہے اور کوئی بعید نہیں کہ یہ تصویر بھی "انٹرنیٹ" کا ہی شاخسانہ ہو۔

دیگر اقوام و ملل سے یہود کا بغض و عناد نہایت قدیم اور مشہور ہے ان کی اس عداوت کے قصے ان کے تلمود اور مذہبی کتابوں میں مذکور ہیں اور یہود اس کو چھپا بھی نہیں سکتے۔ ان کی پوری توجہ

اگرچہ اسلام اور مسلمانوں پر ہے لیکن دوسری اقوام و ملل کے تعلق سے بھی انسانیت اور اخوت و محبت کے جذبے سے یکسر محروم اور تہی دست ہیں۔ اس بغض و عناد کو عملی پیکر میں ڈھالنے کی خاطر وہ علم و ہنر، ابلاغ و ترسیل، سیاسی و اقتصادی ہر طرح کے وسائل سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہیں دوسرے ممالک میں اپنا اثر قائم کرنے کا موقع تلاش کرتے رہتے ہیں اور ہر طرح کی تحریکات و تنظیمات میں بھی اپنے کو پیش پیش رکھتے ہیں تاکہ اپنا رسوخ قائم کر کے اخلاق و کردار کو پامال کر سکیں۔ افکار و نظریات اور تعلیم و تربیت پر اپنی چھاپ قائم کر سکیں اور دوسری قوموں کے عادات و اطوار اور ان کے طریقۂ کار کو تبدیل کر سکیں لیکن ابھی دنیا کو اس خطرے کا احساس نہیں ہے کیونکہ اقتدار کی کرسیاں انھیں کے قبضۂ تصرف میں ہیں اور ذرائع ابلاغ پر ان ہی کا پورے طور پر تسلط ہے۔ لیکن عنقریب یہود کے ان نازیبا تصرفات سے اس عالمی خطرے کا سراغ لگ جائے گا۔ خواہ اس کے تصرفات افراد کی طرف سے ہوں یا جماعتوں اور تنظیموں کی طرف سے، اور عنقریب یہ حرکتیں ثابت کر دیں گی کہ واقعی وہ "مغضوب علیہم" کا صحیح مصداق ہیں، اور انسان اور انسانیت کے لیے سب سے بڑا فتنہ اور خطرہ یہی ہیں۔

(بقیہ) **اداریہ**

انسانیت کے لیے اور ملک و قوم کے لیے بہتر ہوگا۔ ہم وقت کی اس پکار کو حالات کے ان تقاضوں کو جتنی جلد سمجھ لیں اور اس کی درستگی کی فکر میں لگ جائیں اتنا ہی ہمارے لیے بہتر ہوگا۔

مذاکرۂ علمی

پٹنہ میں رابطہ ادب اسلامی کے زیر اہتمام اس کا چودھواں سالانہ مذاکرۂ علمی ۳ تا ۵ / اکتوبر ۱۹۹۷ء کو منعقد ہو رہا ہے جس کا مرکزی موضوع ہے۔

اسلامی نشأۃ ثانیہ میں ادب کا حصہ

(الف) شعر و نظم میں نمایاں شخصیتیں اور ان کا حصہ

خواجہ الطاف حسین حالی۔ اکبر الٰہ آبادی مولانا ظفر علی خاں، علامہ شبلی نعمانی، علامہ اقبال مولانا ماہر القادری۔

(ب) مقالات و خطبات میں نمایاں شخصیتیں اور ان کا ادب

علامہ شبلی نعمانی، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا محمد علی جوہر، مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا احمد سعید دہلوی، مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا عبدالماجد دریابادی، مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی مدظلہ العالی۔

(ج) افسانہ و ناول میں نمایاں شخصیتیں اور ان کا ادب

مولانا عبدالحلیم شرر، ڈپٹی نذیر احمد، علامہ راشد الخیری، نعیم صدیقی وغیرہ

(د) صحافت، نمایاں اخبار و رسائل اور ان کا حصہ

الہلال، البلاغ، ہمدرد، المدینہ، زمیندار، سچ و صدق، الندوہ، معارف، برہان، فاران، ترجمان القرآن، الفرقان۔

رپورٹ:-

مدرسہ قاسم العلوم امنڈئی بارہ بنکی میں دینی و اصلاحی جلسہ

مدرسہ قاسم العلوم امنڈئی بارہ بنکی کے ایک دینی و اصلاحی پروگرام میں ۱۱ / جولائی ۱۹۹۷ء کو مولانا محمد زکریا سنبھلی ندوی، مولانا محمد اسحٰق حسینی ندوی، مولانا علاء الدین ندوی، قاری عبداللہ ندوی، مولوی عبدالحی ثانی وغیرہ تشریف لائے۔

یہ جمعہ کا دن تھا اس لیے نماز جمعہ سے قبل مولانا محمد زکریا سنبھلی ندوی، مولانا محمد اسحٰق حسینی ندوی، مولانا علاء الدین ندوی نے دینی تعلیم کی اہمیت و فضیلت پر پر اثر تقریریں کیں۔ اور مسلمانوں کو اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کی طرف خصوصی توجہ دلائی۔ یہ مدرسہ محمد طاہر بجلیمی (ملازم ندوۃ العلماء) نے گاؤں کے کچھ مخلصین، محمد بدرالدین محمد جمال الدین، جلال الدین، عبادالرحمٰن بابو وغیرہ کے مشورہ و تعاون سے قائم کیا ہے جو فی الحال ایک چھپر کے نیچے چل رہا ہے جس میں تقریباً چالیس بچے پڑھتے ہیں اور ایک معمر استاد پڑھاتے ہیں،

مدرسہ کے لیے ایک زمین کی بات چل رہی ہے اگر زمین حاصل ہو گئی تو یہ مدرسہ ایک بڑا مدرسہ بن جائے گا۔ تعلیمی سلسلہ میں یہاں کے مسلمانوں کی حالت زار اور دین کے طرف سے بے شعوری کا علم ہونے کے بعد مولانا شمس الحق ندوی کو بھی فکر ہوئی تو بمبئی میں اہل خیر حضرات کو خط لکھا۔

دعا ہے کہ یہ چھوٹا سا مدرسہ جو ابھی چھپر کے نیچے چل رہا ہے علاقہ کا ایک بڑا اور مرکزی ادارہ بن جائے اور دور دراز سے بچے یہاں پڑھنے آئیں۔ اور علم دین کی روشنی سے پورا علاقہ روشن ہو جائے۔

دنیائے اسلام

صہیونیت کے سو سال - ایک جائزہ ۱۸۹۷ء - ۱۹۹۷ء

پروفیسر محمد یونس نگرامی

۲۹ / اگست ۹۷ء کو صہیونیت اپنے سو سال پورے کر چکی۔ ۲۹ / اگست ۱۸۹۷ء کو اس تحریک کی پہلی کانفرنس سوئٹزرلینڈ میں بلائی گئی تھی اور اسی کانفرنس میں ایک یہودی سلطنت کے قیام کی طرف اشارہ کیا گیا تھا اور نیل سے فرات تک اس کی سرحدیں بتلائی گئی تھیں۔ ۲۹ / اگست ۱۸۹۷ء سے لے کر ۲۹ / اگست ۱۹۹۷ء تک مدت جو پوری ایک صدی پر محیط ہے صہیونی تحریک نے اپنی تنظیمی صلاحیت، دولت کی فراوانی، اور صحافت کی مدد سے پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا اور پچاس سال سے بھی مختصر عرصہ میں اسرائیل کی حکومت قائم ہو گئی۔ جس میں عربوں کے ساتھ چار خونریز جنگیں بھی شامل ہیں جو ۱۹۴۸ء، ۱۹۵۶ء، ۱۹۶۷ء اور ۱۹۷۳ء میں لڑی گئیں۔ پردے کے پیچھے جو کچھ ہوتا رہا وہ ایک الگ کہانی ہے، ہاں اتنا ضرور دنیا کو معلوم ہوا کہ امن معاہدوں کی صورت میں بعض عرب حکومتوں نے اپنے کو مجبور پایا کہ وہ اسرائیل کے ساتھ معاہدوں پر دستخط کر کے صہیونیت کو ایک زندہ حقیقت کے طور پر مان لیں، اب صہیونیت کا نیا نعرہ یہ ہے کہ بغیر قدس کے اسرائیل نہیں اور بغیر ہیکل کے قدس نہیں اس لئے مسجد اقصیٰ کی جگہ پر ہیکل کی تعمیر ضروری ہے، اب دیکھنا یہ ہے کہ صہیونی قوت اپنے ذرائع و وسائل اور عالمی طاقتوں با طاقت کی مدد اور عربوں کی مخالفت کے بعد اپنے اس خواب کو حقیقت کی شکل دینے میں کتنا وقت لے گی۔

۲۹ / اگست ۱۸۹۷ء کو صہیونیت کی پہلی کانفرنس نے اپنے حسب ذیل اغراض و مقاصد طے کر لئے تھے:

(۱) فلسطین میں آزاد یہودی کسانوں اور صنعت و حرفت سے متعلق یہودیوں کے ذریعہ انگریزی سامراج کی نصرت و حمایت (۲) یہودی قوم پرستی کو بڑھاوا دینا (۳) دنیا بھر میں پھیلے ہوئے یہودیوں کے درمیان تعلقات و روابط قائم کرنا، کانفرنس کے اختتام پر ڈاکٹر تھیوڈر ہرتزل نے کہا تھا کہ حقیقتاً آج صہیونی حکومت کا قیام عمل میں آچکا ہے۔ ۱۸۹۷ء کی پہلی کانفرنس کے بعد اگست ۱۸۹۸ء میں دوسری کانفرنس بلائی گئی، ۱۸۹۹ء میں تیسری کانفرنس منعقد ہوئی، چوتھی کانفرنس ۱۹۰۰ء میں ہوئی پانچویں کانفرنس پھر سوئٹزرلینڈ میں ہی ۱۹۰۱ء میں بلائی گئی، اور اس کانفرنس میں ایک عالمی یہودی فنڈ قائم کرنے کا بھی فیصلہ کیا گیا۔ اس کے بعد دنیا کے مختلف ملکوں میں صہیونی کانفرنسیں بھی ہوتی رہیں ۱۹۶۸ء میں اس کی ستائیسویں کانفرنس منعقد ہوئی جس میں حسب ذیل اہم فیصلے کئے گئے:

(۱) یہودی قوم کے اتحاد کو برقرار رکھنے کے تمام ممکنہ ذرائع استعمال کئے جائیں (۲) اسرائیل ہر یہودی کی زندگی میں ایک بنیادی حیثیت کے ساتھ ہر دم باقی رہے (۳) دنیا بھر کے یہود اپنی تاریخی سرزمین پر واپس آجائیں (۴) اور دنیا بھر کے یہود اسرائیلی حکومت کو مضبوط کرنے میں کوئی دریغ نہ کریں (۵) دنیا کے دوسرے ملکوں میں آباد یہودیوں کے حقوق کی نہ صرف حفاظت کی جائے بلکہ ان کا دفاع بھی۔ اگست ۱۹۹۲ء میں صہیونیت کی ۳۲ ویں کانفرنس قدس میں بلائی گئی جس میں ۰۰ ۔ نمائندوں نے شرکت کی جس میں ۳۸ فیصد یہود فلسطین یا اسرائیل کے تھے ۲۹ فیصد امریکا سے آئے تھے اور ۳۳ فیصدی دنیا کے دوسرے ملکوں سے آئے تھے۔ اس کانفرنس میں امریکہ سے آنے والے یہودیوں کی تعداد ہی بتلا رہی ہے کہ امریکہ کو صہیونی تحریک اور اسرائیل کے بقاء و استحکام کا کتنا خیال ہے۔

اسرائیل کی سب ہی سیاسی پارٹیاں فکری طور پر صہیونی تحریک سے منسلک ہیں جس کی بنیاد یہودیوں کی نسلی برتری اور ان کی افضلیت ہے اس کا اندازہ صہیونیت کے علمبرداروں کے بعض بیانات سے لگایا جا سکتا ہے۔ صہیونیت کے ایک نظریہ ساز لیڈر جابوٹنسکی نے کہا تھا کہ ہم عربوں کو فلسطین سے نکال باہر کریں گے اور ان کو صحرا میں پھینک دیں گے تاکہ ہم فلسطین میں ایک صہیونی حکومت قائم کر سکیں، اسرائیل کی سابق وزیر اعظم گولڈا مائر نے ۱۹۶۹ء میں کہا تھا، فلسطینی نام کی کوئی قوم موجود نہیں ہے، ہم فلسطین سے ان کو نکال دیں گے، ایک تیسرے لیڈر یوسف وائتیز کے بیان کے مطابق فلسطین میں دو قوموں کے لئے جگہ نہیں ہے اور فلسطینی عربوں کو عرب ملکوں

پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے

جارج واشنگٹن کے پوتے کا قبولِ اسلام

ترجمہ:۔ نذر الحفیظ ندوی

ذیل کا مضمون پڑھئے اور اندازہ لگایئے کہ اپنے کو تہذیب کہنے والا اور مسلمانوں کو دہشت گرد بتانے والا یورپ بہیمیت و درندگی کی کس منزل کو پہونچ گیا ہے اور پھر اس کے بعد پوری دنیا کے موجودہ حالات پر ایک سرسری نظر ڈالئے اور جائزہ لیجئے کہ ظلم و زیادتی کس درجہ کو پہنچ چکی ہے۔ اور پھر ذرا غور کیجئے کہ جس مالک نے ان انسانوں کو پیدا کیا ہے ان پر اس ظلم و زیادتی کو کیسے برداشت کرے گا، کیا یہ ضروری نہیں کہ ان ظالموں کو ان کے ظلم کا مزہ چکھانے کا کوئی دن مقرر ہو۔ یہ وہی دن ہے جو اسلامی عقیدہ میں قیامت کا دن کہلاتا ہے اس دنیا میں ظالموں کو چاہے جتنی چھوٹ مل جائے لیکن وہ دن آکے رہے گا جس دن ان دل دوز مظالم کا خمیازہ ان کو بھگتنا پڑے گا اور ایسا بھیانک خمیازہ کہ جس کا گمان و تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ بغیر جنگ کے خود اپنے ملک میں ہم مظالم کی جو خبریں پڑھتے رہتے ہیں کیا وہ کچھ کم ہیں۔

اس مضمون سے اندازہ ہوتا ہے کہ ظلم و سفاکی کے اس گھٹاٹوپ اندھیرے سے روشنی کی کرنیں بھی طلوع ہو رہی ہیں اور ان ہی صنم خانوں سے کعبہ کو پاسبانوں کی تازہ دم فوج مل رہی ہے ہر روز یدخلون فی دین اللہ افواجا کا معجزہ نئے انداز میں سامنے آرہا ہے جس سے دشمنوں کی صفوں میں کھلبلی ہو رہی ہے۔

ذیل کا مضمون امریکیوں کے قومی ہیرو جارج واشنگٹن کے پوتے جارج اشقون کی کہانی ہے جس کو انھوں نے ریاض ریڈیو کے شعبۂ انگریزی کو انٹرویو کی صورت میں بیان کی ہے۔ (ادارہ)

س:۔ براہ کرم آپ اپنا تعارف کرائیں اور یہ بتائیں کہ اسلام کی قبولیت کے اسباب و محرکات کیا پیش آئے؟ اس کا آغاز کب سے ہوا؟

ج:۔ واشنگٹن کے قریبی صوبہ ورجینیا میں میری پیدائش ہوئی، میرے والد امریکی بحریہ میں ایک افسر تھے، وہ امریکی صدر جارج واشنگٹن کے پوتے تھے، میری نشو و نما اور تعلیم و تربیت کے سارے مراحل خاندان ہی میں طے ہوئے، میرے آبا و اجداد کا ایک بڑا فارم ہے جو چار سو سال سے ہماری ملکیت ہے۔

بچپن ہی سے عیسائیت کے متعلق معلومات حاصل کرنے کی جستجو میرے اندر تھی، میں جس پادری سے بھی یہ سوالات کرتا وہ مجھے مطمئن کرنے میں ناکام ہو جاتا، مجھے یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کا وجود اور حضرت عیسیٰ کا وجود دونوں الگ الگ ہے، یہ دور میری زندگی کا مشکل ترین دور تھا۔

پھر صحافتی زندگی میں جب میں نے قدم رکھا تو مجھے ایک کیمرہ مین کی حیثیت سے رسالہ ٹائم کی طرف سے لبنان کی خانہ جنگی کی تصویریں کھینچنے کے لئے بیروت جانا پڑا، یہ واقعہ ہے کہ ایک عرب اور مسلمان ملک کے سفر کا تصور کر کے مجھے خوف و گھبراہٹ ہو رہی تھی، اس لئے کہ امریکی فلموں اور میڈیا نے میرے دل و دماغ میں یہ بات اچھی طرح اتار دی تھی کہ مسلمان تشدد پسند اور ظالم ہوتے ہیں، وہ انتہائی جاہل اور جنگلی ہوتے ہیں، انسانی تہذیب سے ان کا کوئی تعلق نہیں لیکن لبنان میں داخل ہوتے ہی میرے تمام نظریات و عقائد یکسر باطل ثابت ہوئے، میں نے بچشم خود مشاہدہ اور تجربہ کیا کہ مسلمانوں اور عربوں سے متعلق جو کچھ مغربی میڈیا نے تصورات دیئے ہیں وہ جھوٹ اور گمراہ کن پروپیگنڈہ تھا۔

جن مسلمانوں سے لبنان میں مختلف مقامات پر ہماری ملاقاتیں ہوئیں انھوں نے ہمیشہ خطرات سے ہمیں محفوظ رکھنے میں جان کی بازی لگا دی، میرے کھانے پینے اور آرام و راحت کے تمام وسائل مہیا کرنے کی ہر ممکن کوشش کی، جب (عیسائی فوجوں) کی کمین گاہوں سے مجھ پر گولی چلائی گئی اور میں زخموں سے چور ہو گیا تو ان مسلمانوں نے میرے علاج میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا اور اس طرح انھوں نے میری دیکھ بھال کی جیسے میں ان کا بھائی اور فرد خاندان ہوں، اس وقت میری عمر صرف بیس سال تھی، جس ہوٹل میں میرا قیام تھا وہیں قریب میں ایک مسجد تھی، جس کے امام سے میں ملاقاتیں کرتا اور اسلام کے بارے میں ان سے معلومات حاصل کرتا رہتا،

میں دھکیل دینے کے علاوہ اور کوئی راستہ بھی نہیں ہے۔ اسرائیل ہی کے ایک دوسرے صہیونی وزیر اعظم مناحیم بگین کا کہنا تھا جب ہم شمال کی طرف نظر ڈالتے ہیں تو ہم کو شام و لبنان کے سر سبز میدان نظر آتے ہیں اور مشرق میں دجلہ و فرات کا مچلتا ہوا پانی اور عراق کا ابلتا ہوا پٹرول دامن کو کھینچتا ہے اور مغرب میں مصریوں کی سرزمین اپنی طرف بلاتی ہے اس لئے ضروری ہے کہ ہم عربوں کو اپنا مطیع و فرمانبردار بنائے رکھیں۔

صہیونیت کی کامیابی کے اسباب و عوامل تاریخی، دینی، سیاسی، اور مادی ہیں۔ امریکہ اور یورپ میں یہودیوں کا بڑھتا ہوا دائرہ اثر خواہ وہ مالی رہا ہو یا میڈیا پر ان کا تسلط، صلیبی جنگوں میں ناکامی کی خلش اور اس کا سلگتا ہوا دھواں، خلیجی تیل کے چشموں پر قبضہ و قدرت کی خواہش یا پھر ان پر دباؤ بنائے رکھنے کا جذبہ اور سب سے بڑھ کر اسلامی دنیا کے باہمی اختلافات نے صہیونی تحریک کو اندازے سے بھی کم مدت میں وہ کامیابیاں دلا دیں جس کا اندازہ خود اس تحریک کے قائدین کو بھی نہیں تھا۔

نئے پرانے دردوں، زخموں، گلٹی، فالج، دردسر اور دانتوں وغیرہ کی بیماریوں کے لئے ۶۵ سالہ پرانی عجیب و غریب یونانی دوا

دل آرام تیل رجسٹرڈ ۷۹۸

تیار کردہ حکیم قاسم حسین لکھنؤ

اسٹاکسٹ:۔ ہارون جنرل اسٹور جگینڈی لکھنؤ۔

نوٹ:۔ جانڈس، دعات، لکوریا، شوگر سے جلد شفایابی کے لئے ہم سے رابطہ قائم کریں۔

بی بی سی کے چیف جان برٹ کے بیٹے نے اسلام قبول کرلیا

اپنا اسلامی نام یحییٰ رکھا، فوزیہ کے اسلامی طور طریقے سے متاثر ہوا، دونوں نے نکاح بھی کرلیا

بی بی سی لندن کے سخت گیر ڈائرکٹر جنرل جان برٹ کے بیٹے جوناتھن برٹ نے اسلام قبول کرلیا ہے۔ اور ایک ۲۴ سالہ صحافیہ فوزیہ بورا سے شادی کرلی ہے۔ اس نے اپنا اسلامی نام یحییٰ رکھا ہے، بتایا جاتا ہے کہ اس کے نام جوناتھن کا یہ عربی ترجمہ ہے۔ نومسلم یحییٰ کی ملاقات فوزیہ سے ۱۹۹۶ء میں ہوئی تھی۔ ایک دوست نے بتایا کہ ایک لکچر سننے کے لیے جب دونوں یکجا ہوئے تو ایک دوسرے کو دیکھتے ہی وہ ایک دوسرے کو پسند کرنے اور چاہنے لگے تھے۔ دونوں کے لیے یہ "پہلی نظر میں فریفتہ ہونے کا معاملہ رہا" فوزیہ کے اسلامی طور طریقے دیکھ کر یحییٰ اسے بڑی عقیدت سے چاہنے لگا۔ فوزیہ آکسفورڈ یونیورسٹی میں زیر تعلیم ہے اور (دور وسطیٰ کی مصری تاریخ میں) ماسٹر آف فلاسفی کی ڈگری کے لیے تعلیم حاصل کر رہی ہے۔ اس سے قبل وہ اسی یونیورسٹی سے انگریزی زبان میں فرسٹ کلاس آنرس ڈگری لے چکی ہے۔ اسلام سے رغبت اور اسلام قبول کرنے پر جوناتھن کی آمادگی کی وجہ اس کا ایک مسلمان دوست بنا ہے۔ اس مسلم دوست نے مذہب کے تعلق سے جوناتھن (یحییٰ) کا رویہ اور نقطۂ نظر بالکل بدل کر رکھ دیا۔ اور وہ خود بھی رکھ رکھاؤ، طور طریقوں، نشست و برخاست میں بدلتا چلا گیا۔ اس مسلم دوست سے اس کا تعلق اس طرح قائم ہوا کہ یہ مسلم دوست اسی کے ساتھ ایک ہی فلیٹ میں رہتا تھا۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد جوناتھن (یحییٰ) نے ایک اسلامی مرکز پر کام کرنا پسند کیا۔ کیونکہ اس نے سوچا کہ اس طرح اسے اسلام کا مطالعہ کرنے اور سمجھنے کا اچھا موقع ملے گا۔ اس مرکز پر وہ واحد یوروپی شخص ہے جو لوگوں کو عربی زبان اور اسلامی ادب و تاریخ اور دوسرے اسلامی موضوعات سے متعلق کتابوں کی معلومات فراہم کرتا ہے۔ اس مرکز پر اس کا کام موسم گرما کی تعطیلات تک ہے، جس کے بعد وہ یہاں سے روانہ ہو کر اپنی یونیورسٹی میں تعلیم پھر شروع کرے گا۔ اس نے اپنا مغربی طور طریقہ، یوروپی رنگ ڈھنگ سب ترک کر دیا ہے اور اپنا نام یحییٰ رکھ لیا ہے۔ اب جب وہ گفت گو کرتا ہے تو اللہ کا نام اور قرآن کریم کی آیات کا حوالہ بھی اس میں ہوتا ہے ہندوستانی خاتون فوزیہ سے اس کی شادی گذشتہ ماہ ہوئی تھی جس کے بعد وہ دونوں نے شام، اردن، مشرقی بیت المقدس کا دورہ کیا تھا۔ بی بی سی کے ڈائرکٹر جنرل جان برٹ نے بتایا کہ اب ان کا بیٹا تبلیغ اسلام میں مصروف رہتا ہے اس نے اپنا مغربی لباس بھی ترک کر دیا ہے۔ اور شلوار قمیص میں نظر آتا ہے، سر پر ہمیشہ ٹوپی رہتی ہے۔ اور اکثر آیات کی تلاوت کرتا رہتا ہے۔ تسبیح بھی ہاتھ میں رہتی ہے۔

(بحوالہ روزنامہ اردو ٹائمز ممبئی، ۱۴ ستمبر ۱۹۹۶ء)

تعمیر حیات

اپنی نئی نسلوں کو عالمی حالات سے باخبر رکھنے کیلئے تعمیر حیات کے مطالعہ کی ترغیب دیجئے

ان ملاقاتوں سے میرے اندر اسلام سے دلچسپی پیدا ہونے لگی، لیکن اس وقت میں نے نہ قرآن پڑھا تھا اور نہ ہی حدیث سے واقف تھا، لیکن مسلمانوں سے گفتگو اور مسلسل ملاقاتوں اور ان کے قرب نے میری تمام غلط فہمیوں کو دور کردیا، میں ان مسلمانوں کے ساتھ جنگ کے محاذ پر جاتا تھا تاکہ تصویریں لے سکوں، پھر میں واپس امریکہ آگیا، میں نے از سر نو مسیحی عقائد اور مختلف عیسائی فرقوں سے متعلق مطالعہ کرنا شروع کیا، گرجا گھروں میں پادریوں سے بھی ملا لیکن مجھے تشفی نہ ہوسکی۔

پھر مجھے افغانستان اس وقت جانا پڑا جب روس نے اس قدیم اسلامی ملک پر زبردست یورش کردی، واشنگٹن میں افغانستان کی آزادی کے لئے جدوجہد کرنے والی ایک کمیٹی نے مجھے رپورٹنگ کے لئے افغانستان بھیجا تھا، میری یہ بھی ذمہ داری تھی کہ افغان مجاہدین کی ضروریات کا جائزہ لوں اور مالی و فوجی امداد کا اندازہ کروں، ہم نے بعض افغان مجاہدین کو واشنگٹن اور نیویارک مدعو کیا تاکہ وہ امریکن کانگریس کے ارکان سے تبادلۂ خیال کرسکیں۔

س:- آپ کے افغانستان کے بارے میں کیا مشاہدات واحساسات رہے؟

ج:- میں نے عام افغان مجاہدین کے اندر جو اسلامی روح پائی اس نے مجھے متحیر کردیا، میں نے دیکھا کہ وہ عین معرکۂ جنگ میں وقت آنے پر نمازوں کے لئے کھڑے ہوجاتے، وہ کہا کرتے کہ اپنے خالق و مالک کو راضی کرنے کے لئے ہم یہ عبادت کرتے ہیں، میں جب انھیں جوش و جذبے سے جہاد کرتے دیکھتا اور نہتے ہوتے ہوئے بھی ایک بڑی فوجی طاقت سے لڑتے دیکھتا تو اپنے دل میں کہتا کہ یہ لوگ کمزور اور نہتے ہونے کے باوجود اپنے طاقتور دشمن پر یقیناً فتح و غلبہ حاصل کرلیں گے، اس لئے کہ ان کے دلوں میں وہ ایمان موجزن ہے جس سے روسی فوج محروم ہے۔

میں نے قیام افغانستان کے دوران ہی احادیث نبوی کا مطالعہ شروع کردیا، ایک حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رفقاء سے فرماتے تھے کہ وہ ایمان ہی کی بدولت کامیاب وکامران ہوں گے، اس میں شک نہیں کہ ایمان کی قوت سے بھرپور افغان مجاہدین بالآخر جدید ترین جنگی ساز و سامان سے لیس روسی فوج کو شکست دینے میں کامیاب ہوگئے۔

س:- آپ کی زندگی میں دوسرا موڑ کب آیا؟

ج:- افغانستان سے واپسی کے بعد میں صحافت کے بجائے اپنے اصل پیشہ کیمرہ مین کا کام کرنے لگا، ۱۹۸۶ء میں نیویارک میں ہم نے اپنے دوستوں کے تعاون سے ایک کمپنی کی بنیاد ڈالی، "راک اینڈ رول" گانے والوں کی ایک ٹیم ہم نے تشکیل دی، وہاں سے ہماری دوسری زندگی۔ جو سراسر لہو و لعب اور رقص و سرود اور شراب و شباب کی زندگی جس میں قدم قدم پر لذتوں سے لطف اندوزی ہوتی ہے، امریکی سوسائٹی میں ان مشہور فلمی ستاروں سے ہماری ملاقاتیں بھی ہوئیں جن کے بارے میں ہم اخبارات میں پڑھا کرتے تھے، اس زمانہ میں ہم نے دولت اکٹھی کرنی شروع کی، ایک سال کے اندر ہی میرے پاس ستر ہزار ڈالر جمع ہوگئے، اس طرح میری زندگی میں پہلی بار اتنی بڑی رقم جمع ہوگئی۔

مجھے ایک بڑے دولت مند کی شادی کی تقریب میں ناروے مدعو کیا گیا تاکہ اس کی فلم بندی کروں، اس میں اچھے خاصے پیسے ملے، ۱۹۹۲ء میں راک اینڈ رول کے مشہور مغنی ایلٹن جان کے ساتھ سفر میں جانا پڑا تاکہ اس کے اس سفر کو کیمرہ میں محفوظ کروں، یورپ کی سیاحت کے دوران ویانا میں ہماری ملاقات پناہ گزینوں کے ذمہ دار اقوام متحدہ کے ایک عہدیدار سے ہوئی، اس نے خواہش ظاہر کی کہ آپ صرف دو دن کے لئے بوسنیا ہوکر آئیے اور وہاں کی خانہ جنگی کی بھی تصویریں لے لیجئے، میں نے اس کو جواب دیا کہ میں نے خانہ جنگی کی اتنی تصویریں اتاری ہیں جو بہت سی جنگوں کے لئے کافی ہیں، اریٹیریا، ایتھوپیا، پولیساریو (مراکش)، افغانستان اور بیروت وغیرہ کی تصویریں لے چکا ہوں، لیکن اس شب جب میں اپنے ہوٹل واپس آیا تو ٹیلیویژن پر بوسنیا کی خبریں دیکھ کر میری رائے بدل گئی، ہم نے ٹی وی پر دیکھا کہ سرائیو میں خواتین اور معصوم بچوں نے روٹی حاصل کرنے کے لئے جو لائن لگائی تھی اس پر سربوں نے زبردست گولہ باریاں کی ہیں، یہ خبر میرے لئے بڑے زبردست صدمہ کا باعث بنی، اور میرے احساسات کو اس نے

سرائیو میں خواتین اور معصوم بچوں نے روٹی حاصل کرنے کے لئے جو لائن لگائی تھی اس پر سربوں نے زبردست گولہ باریاں کی ہیں، یہ خبر میرے لئے بڑے زبردست صدمہ کا باعث بنی، اور میرے احساسات کو اس نے جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔

جھنجھوڑ کر رکھ دیا، اس لئے کہ افغانستان اور دوسرے مقامات پر بے گناہ بچے اور عورتیں جنگ میں قتل ہوئیں لیکن اصل جنگ میں مقابلہ مردوں کا مردوں سے تھا، لیکن بوسنیا میں جو جنگ ہو رہی تھی وہ تو مکمل طور پر مسلمانوں کے خلاف تھی، ہر اس چیز کو چن چن کر نشانہ بنایا جا رہا تھا جس کا تعلق اسلام اور مسلمانوں سے تھا، یہ جنگ تو سراسر ایک بھیانک نسلی جنگ تھی، دوسرے دن میں اقوام متحدہ کے دفتر میں کام کرنے والے اس دوست کے پاس دوبارہ پہونچا تاکہ سرائیو جانے کا پروگرام ترتیب دیا جائے، ہم نے جب اس کی اطلاع رسالہ ٹائم کے صدر دفتر کو دی تو ذمہ داروں نے یہ خواہش ظاہر کی کہ دو دن کے بجائے آپ دو ہفتے وہاں رہیں، لیکن میں نے کہا کہ میں صرف دو دن ہی اس کے لئے نکال سکتا ہوں، تاکہ اپنی کمپنی کے ضروری کام انجام دینے کے لئے نیویارک واپس جاسکوں۔

س:- پھر آپ نے بوسنیا میں کیا دیکھا؟

ج:- سرائیو پہونچنے کے دوسرے ہی دن ہم نے بوسنیا کی شاہراہوں پر بڑے ہولناک مناظر دیکھے، فرانسیسی بکتر بند گاڑی میں بیٹھ کر میں ایرپورٹ کے راستے میں واقع ہسپتال گیا تاکہ وہاں کے مناظر کو کیمرے میں محفوظ کرسکوں۔ ہسپتال پہونچا ہی تھا کہ میں نے دیکھا کہ سرب فوجی زبردست گولہ باری ہسپتال پر کررہے ہیں۔ ہسپتال سے باہر ایک زخمی کو ہم نے فوراً اندر پہونچایا۔ فرانسیسی محافظ دستے تو واپس چلے گئے، ہم وہیں ہوسپٹل میں ٹھہر گئے اور تقریباً سو گھنٹے ان ڈاکٹروں اور نرسوں کے ساتھ ہم نے گذارے جو شب و روز کھانے پینے سے بے پروا ہوکر انتہائی تندہی اور توجہ و محنت سے مریضوں کے علاج میں مشغول تھے، انھیں آپریشن کے لئے ضروری اور بنیادی سامان نہیں مل رہے تھے، ان کے پاس انجکشن اور دوائیں نہیں تھیں، آکسیجن کی شدید کمی تھی، پانی اور بجلی سے بھی یہ ہسپتال محروم تھا، بجلی کے بجائے شمع سے کام لیا جارہا تھا، بیہوش کرنے والی دوا تک نہیں تھی، باوجودیکہ ہسپتال میں آپریشن کے وسائل اور جدید ترین مشینیں موجود تھیں لیکن بجلی نہ ہونے سے سب بیکار تھیں، دوسری طرف سرب فوجیوں کی مسلسل گولہ باری نے سارا نظام درہم برہم کر رکھا تھا، آکسیجن کے پائپ خالی رکھے ہوئے تھے تیار بیٹھے، یہ صورت حال تھی، ہم نے اقوام متحدہ کے آفس میں فون کرکے دریافت کیا کیا آکسیجن کا انتظام ہوسکتا ہے، کیا ہوسپٹل میں مریضوں کو غذائی اشیاء مہیا کی جاسکتی ہیں، لیکن اقوام متحدہ کے افسران نے یہ عذر کیا کہ اگر ہم کسی ٹرک کے ذریعہ یہ سامان پہونچانے کی کوشش بھی کریں گے تو سرب فوجیں اپنی گولہ باری سے اس کو ناکام بنادیں گی اس لئے ہم آپ کی مدد نہیں کرسکتے، اس لئے کہ ہمارے پاس صرف تیرہ ٹرک ہیں جن پر غذائی اشیاء لدی ہوئی ہیں، ہم کسی ایک ٹرک سے دستبردار ہونے کے لئے تیار نہیں ہیں، ہم نے وہاں موجود بوسنیا کے مسلمان فوجیوں سے گفتگو کی اور کہا کہ کیا آپ کوئی باربردار ٹرک تیار کرسکتے ہیں، انھوں نے آمادگی ظاہر کی۔ جیسے ہی ہمیں یہ ٹرک مہیا ہوگیا ہم نے بوسنیا کے مسلمان فوجیوں کے تعاون سے سفید رنگ سے ٹرک کو رنگ دیا اور اس کے ہر طرف اقوام متحدہ کا مونوگرام بنادیا۔ ہم نے ہسپتال کو درکار اشیاء کی فہرست بنائی۔ پھر اقوام متحدہ کے مرکزی دفتر سے غذائی اور طبی ساز و سامان لیا۔ اور خود ڈرائیور بن کر ٹرک سے ایرپورٹ کے راستے سربوں کی چوکیوں سے گذرتے ہوئے ہسپتال پہونچ گئے۔ سربوں نے ہم سے تعرض نہیں کیا۔ دوسرے دن اقوام متحدہ کے دفتر کو حیرت اور تعجب ہورہا تھا کہ میرے پاس تو کاغذات ایک صحافی کے ہیں اور میں اقوام متحدہ کا ڈرائیور کیسے بن گیا۔ سربوں کی وحشیانہ گولہ باری سے بچ کر صحیح سلامت ہسپتال تک پہونچنا ایک معجزہ ہی تھا۔ اگر ہم اپنے کو غیر ملکی صحافی بتادیتے تو سرب ہمیں یقیناً گولیوں سے اڑا دیتے، اس لئے کہ بیسویں صدی کی جو خانہ جنگیاں ہوئی ہیں ان میں سب سے زیادہ صحافی سربوں کی گولیوں سے ہی مارے گئے ہیں۔ ہم نے امریکی ذمہ داروں سے بھی مدد لی، انھوں نے ہسپتال کے لئے طبی اور غذائی اشیاء تیسرے دن بھی فراہم کی۔ اور آکسیجن بھی وافر مقدار میں دوسرے شہر زغرب سے بھجوائی۔

س:- اس کے بعد آپ نے کیا کیا؟

ج:- میں محسوس کرنے لگا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک خاص مقصد سے بھیجا ہے، میں نے تین دن قیام کے بجائے مزید تین ہفتے یہاں ٹھہرنے کا فیصلہ کرلیا۔ میرے قیام کا تیسرا اور آخری ہفتہ تھا۔ مجھے ضروری تصویریں اتارنی تھیں کہ اچانک ایک کمین گاہ سے مجھ پر گولیاں

مردوں اور بچوں کو سربوں نے ان کے رشتہ داروں کے سامنے ایک ایک کرکے قتل کردیا، اس سے فارغ ہوکر ان درندوں نے بستی کی خواتین اور بچیوں کی عصمت دری کی۔

چلائی گئیں جو میرے ایک بازو اور دوسری گولی میری ٹانگ میں لگی۔ بوسنیا کے مسلمان ڈاکٹروں نے فوری طبی مدد پہونچائی، اس کے بعد مکمل علاج کے لئے میونخ (جرمنی) چلا گیا جہاں امریکی ہوسپٹل میں ڈیڑھ دو مہینے علاج کی غرض سے مقیم رہا۔ ڈاکٹروں نے زخم دیکھ کر بتایا کہ اگر دو سال تک اچھی طرح علاج ہو تو آپ چل پھر سکتے ہیں۔ لیکن میں نے ان کی ہدایات کو نظر انداز کرکے یہ فیصلہ کر لیا کہ مجھے بوسنیا میں اپنی جدو جہد جاری رکھنا ہے چنانچہ میں نے پلاسٹک کے تھیلوں سے اپنے پاؤں کو پیٹ لیا اور پھر ہوسپٹل پہونچ گیا، ایک مہینہ کے اندر میں چلنے پھرنے کے قابل ہو گیا۔ جرمنی ہی میں ہم نے بوسنیا کے لئے دوائیں جمع کرنے کی مہم شروع کر دی جب اچھی خاصی مقدار ضروری دواؤں کی ہو گئی تو میں بوسنیا واپس چلا گیا، یہاں مجھے ایک ایسے عجیب وغریب تجربے سے گزرنا پڑا جس سے میرے اندر گہرا زخم اور بہت غیر معمولی نفسیاتی صدمہ پہونچا۔ بلکہ اس نے میری زندگی کا رخ یکسر بدل کر رکھ دیا۔

مجھے ایک دن معلوم ہوا کہ بوسنیا کا ایک چھوٹا سا شہر سرب فوجوں کے محاصرہ میں ہے، میں نے وہاں جانے کا فیصلہ کیا۔ کروٹ اور بوسنیا کے فوجیوں نے میرے اس فیصلہ کی مخالفت کی اور متنبہ کیا کہ آپ بہت بڑا خطرہ مول لے رہے ہیں۔ ہر طرف سرب فوج گھات لگائے بیٹھی ہے۔ یقیناً وہ تم کو گولیوں سے بھون دیں گے۔ آپ یہ سفر نہ کریں تو بہتر ہے، خودکشی کے مرادف ہے یہ سفر۔ لیکن میرا فیصلہ وہاں جانے کا اٹل تھا۔ ہم رات کی آمد کا انتظار کرنے لگے۔ جب اچھی طرح تاریکی چھا گئی تو ہم نے سفر کا آغاز کر دیا۔ آخر وہی ہوا جس کا اندیشہ تھا۔ سرب فوجیوں نے ہم پر گولیوں کی بوچھار کر دی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں بال بال بچا لیا، جس موٹر میں سوار تھے وہ بری طرح تباہ وبرباد ہو گئی۔ انجن، ٹائر اور شیشے مکمل طور پر تباہ ہو گئے۔ ہم واپس آ گئے، دوسری موٹر لی اور ایک دوسرے راستے کا انتخاب کیا۔ جہاں سے منزل مقصود تک پہونچا جا سکتا تھا۔ وحشت ناک جنگ کے اس جہنم میں ہم نے چار خواتین کو دیکھا جو ایک دوسرے کو سہارا دے کر چل رہی ہیں۔ سربوں نے پھر ہم پر گولیاں چلائیں۔ ہم نے اندازہ لگایا کہ یہ خواتین اپنے جسموں کو اچھی طرح لپیٹے ہوئے ہیں۔ میں سمجھ گیا کہ یقیناً یہ مسلمان خواتین ہیں۔ سربی فوجی مسلمانوں کا بھیس بدل کر مسلمان خواتین اور مردوں کو دھوکہ دیا کرتے اور ان کو قتل کر دیتے۔ مجھے ایک لمحہ کے لئے شک ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ خواتین سربوں سے تعلق رکھتی ہوں اور ہم مدد کے لئے پہونچیں تو سربوں کی گولیوں کا شکار ہو جائیں۔ مگر ہم نے یہ بات حیرت کے ساتھ نوٹ کی کہ ان خواتین میں سے ایک کے جسم سے بری طرح خون بہہ رہا ہے۔ یہ دیکھ کر میں جیپ سے اترا اور میرے ساتھ ڈرائیور بھی اتر گیا۔ یہ خواتین شدت تکلیف سے بری طرح چیخ رہی تھیں اور زار وقطار رو رہی تھیں۔ ہم جب ان خواتین کے قریب آئے تو معلوم ہوا کہ ان میں ایک بارہ سال کی اور دوسری بچی تیرہ سال کی ہے۔ ایک لڑکی کے جسم سے خون بری طرح بہہ رہا تھا۔ میں نے اس بچی کو اپنی موٹر میں سوار کر لیا۔ خاتون، جس کی بچی کے جسم سے خون بہہ رہا تھا۔ بڑی مضطرب تھی۔ ڈرائیور نے اس کو ہمارے بارے میں بتایا کہ یہ ڈاکٹر ہیں، میں نے وہیں فوری طبی امداد اس بچی کو پہنچانے کا فیصلہ کیا اس لئے اس کی حالت بہت سنگین ہو رہی تھی، مجھے فرسٹ ایڈ کی تربیت مل چکی تھی جو اس موقع پر کام آئی۔ میں نے جب اس بچی کو دیکھا تو مجھے گہرا صدمہ پہونچا یہ ناقابل فراموش واقعہ تھا جو زندگی بھر نہیں بھلایا جا سکتا۔ اس بچی کی ماں نے مجھے بتایا کہ سرب فوجیوں نے اس کے ساتھ بڑی درندگی کا معاملہ کیا۔ اس کے بعد سے یہ بچی بے ہوش ہے اور قریب المرگ ہے نبض بھی کمزور تھی۔ بچی کی ماں نے روتے ہوئے بتایا کہ سربوں نے اس کی مسلمان بستی پر حملہ کیا۔ تمام مردوں اور بچوں کو انھوں نے ان کے رشتہ داروں کے سامنے ایک ایک کرکے قتل کر دیا، اس سے فارغ ہو کر ان درندوں نے بستی کی خواتین اور بچیوں کی عصمت دری کی۔ یہ بچی جس کی عمر صرف بارہ سال ہے پچاس سے زائد سرب فوجیوں نے ہمارے سامنے اس کی عصمت دری کی۔ اس کے باوجود بھی ان کی تسکین نہیں ہوئی تو بچی کو اپنے ساتھ لے گئے اور کئی دن کے بعد اس حال میں واپس کیا۔ پھر ان درندوں نے ان دونوں بچیوں کی ماؤں کی عصمت دری متعدد بار کی۔ آخر کار ہم لوگوں نے رات کے اندھیرے میں اس گاؤں سے بھاگ

قرآن مجید میں مجھے اپنے ان سوالوں کا جواب تشفی بخش طریقہ سے مل گیا جس کے لئے برسوں سے پریشان تھا اور مجھے انجیل اور اس کے عالموں نے مایوس کر دیا تھا۔

کا فیصلہ کر لیا۔ حالانکہ دونوں کی بچیاں شدید تکلیف سے دوچار تھیں۔ پھر بھی کسی نہ کسی طرح ان کو اٹھا کر ہم لوگ اس گاؤں سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ یہ ہولناک واقعہ سن کر میں برداشت نہ کر سکا اور بری طرح رونے لگا۔

س:۔ اس واقعہ کو دیکھنے کے بعد آپ نے کیا محسوس کیا؟

ج:۔ اس واقعہ نے مجھے ہلا کر رکھ دیا۔ بوسنیا پہونچ کر پھر میرے ضبط کا بندھن ٹوٹ گیا اور اس طرح رونے لگا جیسے میری بچی کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا ہو۔ میں بتا نہیں سکتا کہ مجھ پر کیا گزری، میرے دل پر جو گذری وہ ناقابل بیان ہے۔ میں نے یہ محسوس کیا کہ اب مجھے اپنی زندگی کو ان انسانوں کو بچانے کی خاطر یکسر تبدیل کر دینا چاہئے۔ اس لئے نہیں کہ یہ مسلمان ہیں بلکہ اس لئے کہ یہ انسان ہیں۔ بچپن میں مجھے انسانوں سے محبت کرنا سکھایا گیا تھا۔ مسلمانوں کے ساتھ رہ کر بھی ہم نے یہی سیکھا تھا، خاص طور سے بوسنیا کے دوران قیام اس کا مشاہدہ زیادہ ہوا۔ عجیب وغریب بات یہ ہے کہ میں عیسائی ہو کر یہ سوچ رہا تھا کہ سرب عیسائی ہو کر بھی وحشی اور درندے کیسے بن گئے تھے، بہر حال میں نے بوسنیا کے اس ہوسپٹل میں اس بچی کو داخل کرا دیا جو خواتین سے متعلق تھا، وہاں جانے کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ اس طرح کے عصمت دری کے کئی کیس ہیں جن میں مبتلا خواتین اور کمسن لڑکیوں کا علاج ہو رہا ہے، اور یہ صرف ایک شب میں پیش آیا تھا۔

س:۔ کیا بوسنیا کے دوران قیام آپ کی ملاقات کسی مسلمان صحافی سے بھی ہوئی؟

ج:۔ ہاں متعدد مسلمان صحافی وہاں رپورٹنگ کے لئے گئے ہوئے تھے۔ سعودی میڈیا سے متعلق صحافی سے ہماری جب ملاقات ہوئی تو دیر تک اسلام اور مسلمانوں سے متعلق گفتگو ہوتی رہی۔ آخر کار میری باتیں سن کر اس صحافی نے وہی کہا جو بیروت کی مسجد کے امام نے کہا تھا کہ آپ مسلمان کیوں نہیں ہو جاتے۔ آپ کا دل تو مسلمان ہے۔ آپ اسلام قبول کر لیں گے تو اسلام سے متعلق بہت سے سوالات کا جواب خود بخود مل جائے گا۔ اس وقت سے مسلمان صحافی کا یہ جملہ برابر میرے ذہن میں کام کرتا رہا۔

میں نے بوسنیا کے دوران قیام ایک مسلمان خاندان کو امریکہ علاج کے لئے بھجوانے کا انتظام کیا تھا، اس خاندان کے سرپرست کینسر کے موذی مرض میں مبتلا تھے۔ ان کا ایک گردہ بالکل بے کار ہو گیا تھا۔ جس ہوسپٹل میں ہم نے اس خاندان کے سربراہ کو علاج کے لئے داخل کیا تھا وہاں سے ہمارا برابر رابطہ رہا، اس دوران میں نے قرآن شریف کا مطالعہ شروع کر دیا تاکہ بہتر طریقے سے براہ راست اسلامی تعلیمات کو سمجھ سکوں۔ چند ہی دنوں میں قرآن مجید میں مجھے اپنے ان سوالوں کا جواب تشفی بخش طریقہ سے مل گیا جس کے لئے میں برسوں سے پریشان تھا اور مجھے انجیل اور اس کے عالموں نے مایوس کر دیا تھا۔

میں بوسنیا سے واپس آیا تو تیسرے دن میں اس خاندان سے ملنے ہوسپٹل گیا تاکہ ان کے حالات معلوم کروں۔ مجھے معلوم ہوا کہ مریض ہونے کے باوجود جمعہ کی نماز کے لئے وہ یہاں ایک قریبی مسجد میں جاتے رہے۔ میں نے اس بوسنی مسلمان مریض کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا۔ اس وقت میں نے بڑے تاثر سے کہا کہ آپ کے دین اسلام میں سب کچھ ہے اور یہی اصل دین ہے جس پر پوری انسانیت کی نجات کا انحصار ہے۔ میں جب یہ جملہ کہہ رہا تھا اس وقت میری عجیب کیفیت تھی اندر سے میری شدید خواہش ہو رہی تھی کہ اپنے اسلام کا اعلان کر دوں اور ابھی گھر جا کر نمازیں پڑھنے لگوں۔

س:۔ آپ کیسے اسلام لائے؟

ج:۔ میں جب گھر واپس آیا تو دوسرے دن اس بوسنی مسلمان کے انتقال کی افسوسناک اطلاع ملی۔ میں تیزی سے وہاں پہونچا تو دیکھا کہ ہم سے پہلے اس شہر میں موجود مسلمانوں کی بڑی تعداد تجہیز وتکفین کے لیے پہنچ چکی ہے۔ یہ وہ مسلمان تھے جو ہندستان و پاکستان، سعودی عرب کویت، اور دیگر اسلامی ملکوں سے تعلق رکھتے تھے ان کی کوئی رشتہ داری مرحوم سے نہیں تھی۔ لیکن وہ سب اس طرح شریک تھے جیسے یہ ان کے فرد خاندان اور بزرگ ہوں۔ ہر شخص اس خاندان کے افراد کی دلجوئی اور تسکین ودلاسہ کا فریضہ انجام دے رہا تھا، ہر شخص متاثر اور غمگین تھا۔ جو میرے لیے نئی بات تھی۔ جب میرے مرحوم بوسنی دوست عثمان کے جسم کو غسل دیا جا رہا تھا میں نے عین اسی وقت کلمۂ شہادت پڑھ کر اپنے اسلام کا اعلان کر دیا۔ اس لمحے ہماری زندگی یکسر تبدیل ہو گئی تھی۔ اسلام نے بدل دیا تھا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد بوسنیا ہی نہیں میرے اندر دنیا کے مسلمانوں کی مدد کا بے پناہ جذبہ پیدا ہو گیا اس لیے کہ وہ سب میرے بھائی ہیں اور اسلامی اخوت عالمگیر ہے۔

(الدعوۃ۔ الریاض۔ ربیع الاول ۱۴۱۸ھ)

یہ ایک تجربہ ہے آپ بھی کیجیے

لاکھ حکیم سر بجیب ایک کلیم سر بکف

مولانا محمد تقی عثمانی کے ایک سفرنامے کا اقتباس

اسلامک سنٹر میں میری آمد کی اطلاع پہلے ہی فون کے ذریعہ ہو چکی تھی، سنٹر کے سربراہ جناب صالح سامرائی اور سکریٹری جناب عبدالرحمن صدیقی صاحب نے بڑی محبت اور تپاک سے استقبال کیا، سنٹر کے مختلف حصے دکھائے، اب تک کی کارکردگی کی تفصیلات بتائیں اور مسائل سے آگاہ کیا۔

سنٹر کی شخصیات میں حال ہی میں ایک درویش صفت بزرگ مولانا نعمت اللہ خلیل صاحب کا اضافہ ہوا ہے۔ یہ اصلاً ازبکستان کے رہنے والے ہیں اور روسی مظالم کے زمانے میں حجاز کی طرف ہجرت کر گئے تھے۔ عرصۂ دراز تک مکہ مکرمہ کی مسجد انور میں امامت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ کئی بار پاکستان بھی آئے۔ مجھ سے وہ سعودی عرب میں ملے، اور ایک مرتبہ تاشقند میں بھی۔ کسی وقت ان کی ملاقات صالح سامرائی صاحب سے ہو گئی جنھوں نے ان کو جاپان آکر تبلیغ کرنے کی دعوت دی۔ انھوں نے یہ دعوت قبول کر لی، اور اب وہ یہاں پہونچ کر عجیب و غریب دھن کے ساتھ تبلیغی کام میں مصروف ہیں۔ ڈاکٹر سامرائی صاحب نے مجھے بتایا کہ ان بزرگ کی آمد سے پہلے جب جاپانی باشندے سنٹر میں اسلام کے بارے میں معلومات لینے کے لئے آتے تھے تو ہم انھیں مطلوبہ معلومات فراہم کر کے رخصت کر دیا کرتے تھے، لیکن جب سے مولانا نعمت اللہ صاحب آئے ہیں، وہ آنے والوں کو محض معلومات دے کر رخصت نہیں ہونے دیتے، بلکہ انھیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتے ہیں، اور ان کی دعوت پر بہت سے لوگ اسلام قبول کر چکے ہیں۔

اس کے علاوہ ان کا ایک نرالا طریق کار یہ ہے کہ انھوں نے ایک چار صفحے کا پمفلٹ جاپانی زبان میں "اسلام کیا ہے؟" کے عنوان سے چھپوا لیا ہے۔ دوسری طرف جاپانی زبان کے چند جملے سیکھ لئے ہیں جن میں سے ایک جملہ یہ ہے کہ "جاپان کے لوگ بہت اچھے ہیں، مجھے ان سے محبت ہے" اور "میری طرف سے یہ تحفہ قبول کیجئے"۔ جب ان کی کسی نئے جاپانی شخص سے ملاقات ہوتی ہے تو وہ پہلے اس سے یہ جملے بولتے ہیں، پھر اپنا وہ کتابچہ تحفے کے طور پر اسے پیش کر دیتے ہیں۔ پھر اس سے کہتے ہیں کہ "جو میں کہوں، آپ بھی کہئے"۔ اس کے بعد اس کے سامنے کلمہ طیبہ پڑھتے ہیں، اس کو چند مرتبہ دہرواتے ہیں، پھر اس سے اس کا نام پوچھتے ہیں، وہ جو جاپانی نام بتاتا ہے، اس کے ساتھ کوئی اسلامی نام مثلاً احمد، عمر، علی وغیرہ لگا کر اس سے کہتے ہیں کہ "آج سے آپ کا نام یہ ہے"۔ پھر اس سے پوچھتے ہیں کہ "اب آپ کا نام کیا ہے؟" وہ ان کا تجویز کردہ نام دہرا دیتا ہے تو کہتے ہیں "اب آپ اطمینان سے یہ کتابچہ پڑھ لیجئے"۔

میں نے ان کا یہ طریق کار سنا تو ان سے پوچھا کہ "کیا اس طرح وہ اسلام کو سمجھ لیتا ہے؟" ڈاکٹر صالح سامرائی نے ان کی طرف سے جواب دیتے ہوئے کہا کہ "پہلے میں بھی ان کے اس طریقہ کو مذاق سمجھتا تھا، لیکن ان کے پاس ایک عجیب فلسفہ ہے، اور اس فلسفے کے حیرت انگیز نتائج میں نے خود دیکھے ہیں، وہ فلسفہ آپ انھیں سے سنئے:"

اس پر مولانا نعمت اللہ صاحب نے کہا کہ "دراصل کلمہ طیبہ ایک نور ہے، اگر وہ بے سمجھے بھی پڑھا جائے تو اس کا نور انسان پر کچھ نہ کچھ ضرور اثر ڈالتا ہے، دیکھئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عکاظ کے میلے میں یہی دعوت دیتے تھے کہ لا الٰہ الا اللہ کہو، فلاح پا جاؤ گے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ میرا مخاطب ایک مرتبہ یہ نورانی کلمہ زبان سے کہہ لے تو اس کا نور کبھی نہ کبھی اثر دکھائے گا۔

اس کے بعد ڈاکٹر صالح سامرائی نے بتایا کہ ان کے یہاں آنے کے بعد ایک دن ٹوکیو یونیورسٹی کے ایک استاد اپنی تدریس کے سلسلے میں اسلام کے بارے میں کچھ معلومات کرنے سنٹر آئے۔ جب وہ جانے لگے تو مولانا نعمت اللہ صاحب نے اپنے مذکورہ طریق کار کے تحت ان سے کہا کہ "لا الٰہ الا اللہ" پڑھئے، انھوں نے پڑھ دیا، اور مولانا کے اس انداز سے ایسے متاثر ہوئے کہ اسی وقت واقعتاً اسلام قبول کر لیا، اور کہا کہ میں یونیورسٹی کے دوسرے اساتذہ کو جمع کر کے انھیں بھی اس نعمت میں شریک کروں گا۔ چنانچہ چند روز بعد ان کا فون آیا کہ میں نے آج فلاں وقت بہت سے اساتذہ کو جمع کیا ہے، اور انھیں اسلام کے بارے میں بھی بتا دیا ہے، ساتھ ہی انھوں نے مولانا نعمت اللہ صاحب سے فرمائش کی کہ آپ اسی وقت یونیورسٹی پہونچ جائیں۔ مولانا کو یونیورسٹی

کا پتہ تک معلوم نہ تھا، لیکن وہ پتہ پوچھتے پوچھتے وہاں پہونچ گئے، وہاں واقعتاً یونیورسٹی کے پندرہ بیس اساتذہ ایک کمرے میں جمع تھے، مولانا نعمت اللہ صاحب نے اپنا وہی نسخہ ان کے سامنے بھی آزمایا، وہ سب مسلمان ہوئے، اور اب سنٹر سے بحیثیت مسلمان ان کا رابطہ قائم ہے۔

ڈاکٹر صالح یہ واقعہ سنا رہے تھے، اور مجھے یہ مصرعہ یاد آرہا تھا:

لاکھ حکیم سر بجیب ایک کلیم سر بکف

سنٹر سے رخصت ہوتے وقت مولانا نعمت اللہ صاحب میرے ساتھ ہو گئے، ان کے ساتھ اپنے کتابچوں کی ایک گڈی تھی، میں نے دیکھا کہ ان پر تبلیغ کی یہ دھن سوار ہے کہ جہاں جہاں ہم گئے، انھوں نے کتابچوں کی تقسیم کا سلسلہ جاری رکھا۔ ان کا کہنا یہ تھا کہ جن لوگوں کو یہ کتابچے دیئے گئے ہیں، ان میں سے کچھ نہ کچھ ضرور بعد میں رابطہ قائم کریں گے، اور مجھے اپنا کام کرنے کا موقع مل جائے گا۔ میں سوچ رہا تھا کہ کیا بعید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل جاپان کی ہدایت کے لئے مولانا نعمت اللہ صاحب کی شکل میں ایک لطیفہ غیبی بھیج دیا ہو جس طریق کار کے بعض حصے ہمارے فہم و ادراک سے بالاتر ہیں۔

(بحوالہ البلاغ کراچی جولائی ۱۹۹۶ء)

کاروان ادب کا تازہ شمارہ

اکتوبر۔ دسمبر ۱۹۹۶ء ــــــ جنوری۔ مارچ ۱۹۹۷ء

کاروان ادب کا تازہ ضخیم شمارہ مشہور مقالات سیمینار سوانحی ادب و تذکرہ نویسی۔ یہ شمارہ دو شماروں کے قائم مقام ہے۔ اور اس کے خاص خاص عناوین اور مشہور لکھنے والے مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ محسن کاکوروی کا قصیدہ "مدیح خیر المرسلین"۔ مولانا ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی۔ ۲۔ "ارض القرآن" ایک بڑا علمی کارنامہ۔ مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی۔ ۳۔ اسلامی ادب اور چند دوسرے ادبی نظریے۔ مولانا سید الرحمن اعظمی ندوی۔ ۴۔ اقبال کی نعتیہ شاعری۔ مولانا سید شرافت علی ندوی۔ ۵۔ خطبۂ استقبالیہ مولانا ضیاء الدین اصلاحی۔ ۱۔ خطبۂ صدارت (سوانحی ادب و تذکرہ نویسی)۔ مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی۔ ۲۔ اردو سوانحی ادب کا مزاج و منہاج۔ پروفیسر منظر اعظمی ۳۔ سوانحی ادب اور اردو سوانح نگاری کا ارتقاء۔ ڈاکٹر ظفر احمد صدیقی ندوی۔ ۴۔ اردو سیرت نگاری ایک سرسری جائزہ۔ ڈاکٹر سید یحییٰ نشیط۔ ۵۔ فی سیرۃ الحیاۃ میں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی شخصیت۔ پروفیسر محمد راشد ندوی۔ ۶۔ ساتویں صدی ہجری کی عربی تذکرہ نگاری، وفیات الاعیان کی روشنی میں۔ پروفیسر عبدالباری (علی گڑھ)۔ ۷۔ سیرۃ النبی میں مولانا شبلی کی ادبی رعنائی و گل کاری۔ مولانا ضیاء الدین اصلاحی۔ ۸۔ محمد علی۔ ذاتی ڈائری کے چند ورق۔ پروفیسر عبدالباری سلطانپور۔ ۹۔ احمد امین کی حیاتی پر ایک نظر۔ پروفیسر سید احتشام احمد ندوی۔ ۱۰۔ تذکرہ مولانا فضل رحمن گنج مرادآبادی تحلیل و تجزیہ۔ مولانا نذر الحفیظ ندوی۔ ۱۱۔ ادب کا شہاب ثاقب "شہاب نامہ"۔ ڈاکٹر محسن عثمانی ندوی۔ ۱۲۔ خواجہ حسن نظامی کی آپ بیتی۔ مولانا محمد عمیر الصدیق ندوی۔ ۱۳۔ سیرۃ النبی ایک عظیم انسائیکلو پیڈیا۔ مولانا عطاء الرحمن صدیقی ندوی ۱۴۔ "شہید جستجو" ایک مطالعہ۔ اقبال ظفر۔ ۱۵۔ عقاد کی عبقریۃ محمد اور اس کی علمی و ادبی حیثیت ڈاکٹر محمد صلاح الدین عمری۔ ۱۶۔ مولانا شبلی کی ایک عدیم المثال اور عظیم الشان تصنیف سیرۃ النبی۔ مولانا محمد عارف عمری۔ اس کے علاوہ شعر و ادب کے تحت مختلف نظمیں، افسانے، تنقیدی مضامین اور ادب اسلامی کی خبریں بھی آپ پڑھیں گے۔ اس شمارہ کی قیمت ۸۰ روپے

فی شمارہ =/۴۰ روپے سالانہ ۱۵۰ روپے

پتہ:۔ دفتر رابطہ ادب اسلامی، پوسٹ بکس ۹۳ ندوۃ العلماء لکھنؤ

"قنوج کے قدیم مشہور و معروف کارخانہ سے تیار کردہ خوشبودار عمدہ و اعلیٰ عطریات "شمامۃ العنبر، عطر گلاب، روح خس، عطر موتیا، عطر حنا، عطر گل، عطر کیوڑہ اس کے علاوہ فرحت بخش، دیرپا خوشبو بول سیل ریٹ پر ملتے ہیں۔ ایک بار آزما کر خدمت کا موقع دیں۔

فون: ۵ ۳۴۴۴

محمد یٰسین محمد یامین تاجران عطر

ایکسپورٹر اینڈ امپورٹر۔ قنوج۔ یوپی ــــ آئیڈیل پرفیوم سینٹر (پرائیوٹ لمیٹڈ) قنوج

مطالعہ کی میز پر

تبصرے کیلئے کتابوں کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے!

محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی

نام کتاب :- مقالات عاصم
مرتب : ابو محمد عامر ندوی
صفحات :۴۸ - قیمت پندرہ روپئے، سائز ۱۸×۲۲/۸
ملنے کا پتہ : مکتبہ ندویہ۔ ندوۃ العلماء لکھنؤ

زیر نظر کتابچہ دار العلوم ندوۃ العلماء کے سابق طالب علم ابو محمد عاصم ندوی (مرحوم) کے متفرق علمی ادبی گیارہ مقالات کا مجموعہ ہے جو مختلف رسائل اور جرائد میں شائع ہو چکے ہیں۔ یہ مقالات اسلامی فکر اور دینی رجحان اور پاکیزہ ادب کی ترجمانی کرتے ہیں مضامین کی افادیت اور اہمیت کے پیش نظر ان کے بڑے بھائی مولوی ابو محمد عامر ندوی نے بڑے خوبصورت انداز میں مرتب کرکے دیدہ زیب کاغذ اور خوبصورت ٹائٹل کے ساتھ شائع کر دیا ہے جن کے عناوین حسب ذیل ہیں۔

جمہوریت بنام مظلومیت، مدارس کا نصاب تعلیم عالم اسلام امیدیں اور اندیشے، علامہ اقبال فکر کے آئینے میں، امریکا اور عرب ایک سازش ہے نقطۂ دین مروت کے خلاف عرب دنیا وغیرہ، ان مضامین کو پڑھنے سے صاحب کتاب کی فکری بلندی کی نشاندہی ہوتی ہے جو یقیناً قابل قدر بھی ہیں اور لائق مطالعہ بھی۔

نام کتاب : فلاح دارین
مرتب :- حافظ حامد سعید خاں
سائز ۱۸×۲۲/۸ صفحات ۱۰۲، قیمت : پندرہ روپئے
ملنے کا پتہ : بھوپال بک ہاؤس، بدھوارہ بھوپال، مدھیہ پردیش

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ (مجھے پکارو میں تمہاری پکار سنوں گا)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دُعا عبادت کی جڑ ہے۔ دُعا عبادت کا مغز ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دُعا سے زیادہ کوئی چیز قیمتی نہیں۔

بارگاہِ الٰہی میں اپنے عجز و انکسار کا اقرار و اعتراف ہو کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی منبع جود و کرم ہے، بس یہی دعا کی حقیقت ہے ؎

جو مانگنے کا طریقہ ہے اس طرح مانگو
درِ کریم سے بندہ کو کیا نہیں ملتا

پیش نظر کتاب "فلاح دارین" اسی روحانی سلسلہ کی ایک کڑی۔ اوراد و ادعیہ ماثورہ کا حسین گلدستہ ہے جو اسمائے الٰہی، آیات قرآنی اور ارشادات نبوی کے تابندہ و پائندہ نقوش سے مزین ہے جس کو حافظ حامد سعید خاں صاحب نے مرتب کیا ہے۔

اس کتاب میں دعا کے فضائل و آداب، ذکر و اذکار کی فضیلت صبح و شام پڑھنے والی دعائیں اور ان کی فضیلت قرآن مجید کی مخصوص سورتوں کے فوائد توبہ کی فضیلت ارکان نماز کا نقشہ اور دیگر اعمال صالحہ کا تذکرہ بہت ہی خوبصورت اور آسان فہم انداز میں صاحب کتاب نے کیا ہے،

یہ کتاب کم پڑھے لکھے مسلمانوں اور دینی مدرسوں کے بتدی طلباء کے لیے نہایت مفید ہے۔

نام کتاب : سوانحی خاکے، مجھے یاد آنے والے
مصنف : مولانا محمد ثناء اللہ عمری، ایم اے،
صفحات ۲۲۹، قیمت ایک سو روپئے
ملنے کا پتہ : ثناء اللہ عمری۔ ۲۴-۵۵۳-۲۱-
فروخ پیٹ، مچھلی پٹنم۔ آندھرا پردیش۔ ۵۲۱۰۰۲

سوانحی مقالات اور شخصیات سے متعلق نگارشات کا فن بڑا ہی نازک فن ہے، مقالہ نگار کو اس وادیٔ پُرخار میں قدم پھونک پھونک کر رکھنا پڑتا ہے، ورنہ ذرا سی بے احتیاطی بھی ہو جائے تو جہاں شخصیت مجروح ہوتی ہے وہیں مقالہ نگار بھی ہدف تنقید بن جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اُذْکُرُوْا مَحَاسِنَ مَوْتَاکُمْ، لوگو! تم اپنے مرنے والوں کی خوبیوں اور بھلائیوں کا ذکر خیر کرتے رہو۔

اس موضوع پر محمد ثناء اللہ عمری (ایم اے۔ عثمانیہ) نے "سوانحی خاکے، مجھے یاد آنے والے" نامی کتاب لکھی ہے جس میں انھوں نے دینی اداروں کے سربراہ، علمائے کرام، رہنمایان ملت، اہل قلم حضرات اور بزرگان دین کی سیرت و سوانح پر مشتمل پینتیس ۳۵ حضرات پر مضامین لکھے ہیں اور ان کی دینی، علمی، فکری، ادبی، اور قومی خدمات کا تذکرہ تفصیل کے ساتھ کیا ہے جن میں مولانا قاری محمد طیب صاحب علیہ الرحمۃ مولانا ابو اللیث ندوی، مولانا محمد احتشام الحق تھانوی، مولانا سید صباح الدین، مولانا ماہر القادری، حفیظ میرٹھی کے نام قابل ذکر ہیں۔

حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد باندوی رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت

پر مدرسۃ الفلاح اندور میں جلسۂ تعزیت

رپورٹ نمائندہ تعمیر حیات

۶ ستمبر ۱۹۹۶ء کو مدرسۃ الفلاح کے وسیع ہال میں ایک تعزیتی جلسہ بیادگار مولانا قاری سید صدیق احمد باندوی رحمۃ اللہ علیہ منعقد ہوا۔ جلسہ کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا، اس کے بعد مدرسہ کے استاد قاری محمد نیاز صاحب نیپالی نے حضرت قاری صاحبؒ کی وفات سے کچھ ماہ قبل لکھی ہوئی نعت پاک پیش کی، جس میں قاری صاحبؒ نے وحدانیت، انابت الی اللہ اور اتباع سنت کی دعوت دی ہے، نعت پاک کے دو شعر ملاحظہ ہوں ؎

اے نازندگی راہ ہدایت مل نہیں سکتی
طریق حق کی جانب جس کا دل مائل نہیں ہوتا
نہیں ہوتا ہے جب بھی خدمتِ مخلوق کا جذبہ
کسی کی بھی نظر میں وہ کسی قابل نہیں ہوتا

اس کے بعد مولوی کلیم اللہ ندوی نے حضرت قاری صاحبؒ کے بارے میں کہا کہ حضرت اپنے وقت کے ممتاز بزرگ عالم دین اور روحانی رہنما تھے۔ انھوں نے کہا کہ یہ مدرسۃ الفلاح جس کے ہال میں ہم سب جمع ہیں، حضرت قاری صاحبؒ کا اس سے ذاتی طور سے تعلق تھا، حضرت قاری صاحبؒ جب بھی اندور تشریف لاتے تھے تو اس مدرسہ میں ضرور تشریف لاتے تھے۔ مدرسۃ الفلاح کے ناظم مولانا معین اللہ صاحب ندوی مدظلہ اور مہتمم مدرسہ عبید اللہ صدیقی صاحب سے غایت درجہ محبت تھی۔

اس کے بعد جناب مولانا مفتی ذکاء اللہ صاحب شبلی جو جامعہ متھورا میں تعلیم حاصل کر چکے ہیں، زمانہ طالب علمی کے واقعات بیان کرتے ہوئے کہا کہ حضرت ایک مرتبہ بمبئی سے تشریف لا رہے تھے، ایک وقیع رقم ساتھ تھی، راستہ میں قزاقوں نے پیچھا کیا مگر قاری صاحب بخیر باندہ آ گئے۔ متھورا سے ۹ میل کے فاصلے پر کچھ ڈاکوؤں نے آپ سے کہا کہ یہاں یہ رقم رکھ دو، مولانا نے کہا یہ رقم میری نہیں ہے، مدرسے کے بچوں کی رقم ہے مگر انھوں نے قاری صاحب کی ایک نہ سنی بالآخر قاری صاحب رقم رکھ کر مدرسہ آ گئے، دوسرے دن آپ نے دو طالب علموں کو بھیجا کہ فلاں جگہ رقم رکھی ہے اٹھا لاؤ، اور تین شخص ہوں گے جو کہ رقم لینے کی وجہ سے نابینا ہو گئے تھے، ان سے کہنا کہ مولانا بلا رہے ہیں، ان لوگوں کا اتنا کہنا تھا کہ ان کی بینائی لوٹ آئی، وہ سب حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور توبہ کی اور ساری زندگی کے لئے اس جرم کو چھوڑ دیا۔

مولانا ابو البرکات فاروقی ندوی نے کہا کہ — قاری صاحبؒ ان علماء ربانی میں سے تھے جنہوں نے پوری زندگی دین کی اشاعت و تبلیغ میں لگا دی آپ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے خلیفہ حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ کی خدمت میں لگے رہتے تھے، اور انہی کے خلیفہ بھی تھے۔ انھوں نے کہا کہ اس جلسہ کا مقصد یہ ہے کہ ہم ان کی زندگی کو نمونہ بنائیں اور ان کے طریقوں کو اپنائیں۔ مولانا اشفاق الرحمان صاحب نے فرمایا کہ اللہ جس کو چاہتا ہے منتخب کر لیتا ہے اور اپنی طرف کھینچ لیتا ہے، قاری صاحبؒ دنیا سے بے نیاز رہتے تھے، قناعت و سادگی، خودداری و استغناء، انابت الی اللہ، مجاہدہ و ریاضت، مہمان نوازی، خوش اخلاقی، انکسار و تواضع ان کی شخصیت کے نمایاں جوہر تھے۔ قرآن و حدیث اور فکر اسلامی پر انھیں مکمل عبور حاصل تھا۔

حضرت فرماتے کہ میں نے کم عمری میں ہی اپنے آپ کو کم سونے کا عادی بنایا ہے ورنہ مجھے کام کرنے میں دشواری پیش آتی اور کوئی کام اور کوئی چیز بغیر محنت کے حاصل نہیں ہوتی۔

حضرت اردو کے بہترین ادیب اور اسلامی شاعر بھی تھے اور ثاقب کے لقب سے جانے جاتے تھے اور کئی کتابوں کے مصنف بھی تھے جن میں آداب المتعلمین آداب المعلمین، تسہیل التجوید وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

اللہ تعالیٰ جس سے محبت کرتا ہے لوگوں کی نظروں میں اس کو محبوب بنا دیتا ہے، حضرت قاری صاحبؒ کی ذات گرامی انہی لوگوں میں سے ایک تھی۔

مدرسہ کے سرپرست جناب مولانا معین اللہ صاحب ندوی مدظلہ نائب ناظم ندوۃ العلماء جو اپنی معذوری کی وجہ سے مدرسۃ الفلاح میں مقیم ہیں ان کے ایماء پر حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحب باندویؒ کی تعزیت میں یہ جلسہ منعقد ہوا جس میں بہت سے عمائدین شہر شریک تھے، ان میں خاص طور سے حاجی عبد الرزاق صاحب، ڈاکٹر آصف خاں صاحب ملک شہنواز صاحب وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

ناشر حضرات توجہ دیں

جو ناشر حضرات، اشاعتی ادارے یا ادیب و شاعر اپنی کتابیں تبصرہ کے لئے ہمیں روانہ کرتے ہیں وہ اس کا ضرور خیال رکھا کریں۔

(۱) کتاب زیادہ سے زیادہ ایک سال کے عرصہ کے دوران شائع ہوئی ہو، زیادہ پرانی کتابوں پر تبصرہ ممکن نہیں ہے۔

(۲) چند صفحات پر مشتمل پمفلٹ قسم کی کتابیں بھیجنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے، نہ ہی تبصرہ نگار کے پاس وقت ہے اور نہ ہی تعمیر حیات کے صفحات میں اس کی گنجائش ہے۔

مشہور و معروف و دیندار تاجر حاجی منت اللہ صاحب

بانی و مؤسس دار التعلیم والصنعت کانپور کا حادثۂ وفات

انتہائی افسوس کی بات ہے کہ جناب حاجی منت اللہ صاحب (مالک ابراہیم اشیا ئینری جاجمؤ کانپور) بانی مدرسہ دار التعلیم والصنعت شاخ دار العلوم ندوۃ العلماء ۲۸ جولائی ۱۹۹۶ء کو اپنے مالک حقیقی سے جاملے۔ یہ خبر بجلی کی طرح پورے کانپور میں پھیل گئی، بالخصوص مدرسہ دار التعلیم والصنعت کی پوری فضا سوگوار ہو گئی اساتذہ اور طلباء آبدیدہ ہو گئے۔ دوسرے دن حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی مدظلہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور مغرب سے قبل مرحوم کو ایک جم غفیر نے سپرد خاک کیا۔

اس سانحہ کے بعد مدرسہ دار التعلیم والصنعت میں ایک جلسہ تعزیت ہوا جس میں مدرسہ کے اساتذہ و طلباء اور متعلقین و احباب نے شرکت کی جلسہ میں ڈی۔ ٹی۔ ایس ہائر سکنڈری اسکول کے پرنسپل اور اساتذہ بھی شریک ہوئے۔ جلسہ کا آغاز مولانا عرفان الحق ندوی نے تلاوت کلام پاک سے کیا، تلاوت کے بعد مدرسہ کے مہتمم مولانا عبد الحنان ندوی نے مرحوم کے دینی اور سماجی کاموں پر روشنی ڈالی۔ انھوں نے کہا کہ مرحوم نے جس جذبۂ خلوص کے ساتھ اس گلشن علم و ادب کی آبیاری کی ہے۔ خدا کرے وہ ہمیشہ درخشاں اور تابندہ رہے۔

ڈی۔ ٹی۔ ایس۔ ہائر سکنڈری اسکول کے پرنسپل جناب نصیر الدین صدیقی نے مرحوم کی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ مرحوم کی ایک بڑی خصوصیت یہ تھی کہ انھوں نے بڑے علماء کرام سے اپنا تعلق رکھا۔ بالخصوص حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی مدظلہ سے ان کو گہری عقیدت تھی۔ وہ دار العلوم ندوۃ العلماء کی مجلس شوریٰ کے رکن بھی تھے۔

انھوں نے کہا کہ مرحوم نے علم دین کے ساتھ ساتھ عصری علوم کا بھی معقول انتظام کیا اور پوری زندگی حسن و خوبی کے ساتھ اس کام کو انجام دیا۔

آباء و اجداد کی طرح حاجی صاحب مرحوم نے بھی وقت کے بزرگان دین سے رابطہ قائم رکھا اور شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی کمالات سے فیضیاب ہوئے، مولانا علیہ الرحمہ کے انتقال کے بعد رائے بریلی میں دائرہ شاہ علم اللہ کی جانب رخ کیا جہاں مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کی ذات بابرکت تشنگان معرفت کے لیے عام ہے۔

بمبئی کے قارئین "تعمیر حیات" سے

بمبئی کے قارئین تعمیر حیات حضرات سے گذارش ہے کہ "تعمیر حیات" کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں۔ وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔

ALAUDDIN TEA
Tea Merchants
44, Haji Building,
S. V. Patel Road, Null bazaar, Bombay-400 003.
Tele. : Add Cupketle Tel. : 3762220/3728708
Tel. (R) 3095852

۲۴ نمبر اور ۱۲ نمبر کی اسپیشل چائے حاصل کیجیے۔

دعائے مغفرت

دار العلوم ندوۃ العلماء کے استاد تفسیر مولانا برہان الدین سنبھلی کی خوش دامن کا ۱۵ ستمبر ۱۹۹۶ء کو ۷۵ سال کی عمر میں انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحومہ عابدہ، زاہدہ اور متقی و پرہیزگار خاتون تھیں۔ وہ دینی اداروں اور بزرگوں سے عقیدت مندانہ تعلق رکھتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کے درجات بلند فرمائے۔ قارئین سے دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کی درخواست ہے۔

پندرہ روزہ تعمیر حیات ایک تحریک ہے اس کی توسیع اشاعت میں حصہ لیں۔

درسِ حدیث (بقیہ)

آیت میں اس بات کی طرف لطیف اشارہ ہے کہ اللہ کے پاس جو کچھ ہے وہ تماشے اور سودے سے بہتر ہے! گویا یہ بتانا مقصود ہے کہ رزق اللہ ہی کے پاس سے ہے، لہٰذا عبادت کی ترتیب کا لحاظ ضروری ہے، اور تمام معاملات میں توازن واعتدال کا خیال رکھنا ضروری ہے کبھی کبھی یہ توازن نہایت اچھے حالات اور مبارک گھڑی میں بھی بگڑ جاتا ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ (مال و اسباب کا) قافلہ آیا اس وقت ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھ رہے تھے قافلہ کی آمد سن کر ۱۲ آدمیوں کے علاوہ سبھی لوگ چلے گئے، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ (وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا...) اور جب یہ لوگ سودا بکتا یا تماشا ہوتا دیکھتے ہیں تو ادھر بھاگ جاتے ہیں اور تمہیں (کھڑے کا) کھڑا چھوڑ جاتے ہیں۔

اس واقعہ سے اس جدوجہد کا اندازہ ہوتا ہے جو نفوس کی تربیت و تعمیر میں صرف ہوئی اور اس کے نتیجہ میں اعتدال پیدا ہوا اور ایسی جماعت وجود میں آئی جو اسلامی روح کا پیکر بن گئی، اور شریعت کے منشا و معانی اور اس کے رموز و اسرار کو اچھی طرح سمجھ گئی، عبادت و معاملات میں ترتیب اور کون سا عمل پہلے ہو؟ کون سا بعد میں؟ اس سے پوری طرح واقف ہو گئی جس کے سبب اس کو قیادت ملی اور قومیں ان کی مطیع بن گئیں جس کی وجہ سے پوری انسانیت نے ترقی کی۔

یہ واقعہ نفس انسانی کے اندر پائے جانے والے خیر و شر کی تصویر کشی کرتا ہے اور اس کے اندر کامیابی اور نفس کی پاکی حاصل کرنے کی غیر محدود صلاحیت کو بتاتا ہے جو صبر، فہم، ثابت قدمی اور حقیقت تک رسائی کی طاقت و صلاحیت کی غمازی کرتا ہے، اس کے اندر یہ صلاحیت ہے کہ اپنی پرانی معاشرتی عادات کو خیرباد کہہ سکے اور جب اسوۂ رسول کو اپنانے والا کوئی مخلص رہنما مل جائے تو شریعت کے احکام و ہدایت کو قبول کرے۔

کچھ لوگ بعض پیشوں کو حقیر سمجھتے ہیں اور اس کو گری ہوئی نظر سے دیکھتے ہیں، جیسے بہت سے عربوں کا حال تھا جو پیشوں اور ہاتھ سے ہونے والے کاموں کو حقیر جانتے تھے، جب اسلام آیا تو اس نے ان غلط باتوں کا صفایا کر دیا اور کام کی قدر و قیمت کو بڑھا دیا خواہ اس کی صورت کیسی ہی ہو (اونچی یا نیچی) اور بیکاری اور دوسروں کا دست نگر بننے کو حقیر بنایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرامؓ کو کام کرنے اور آمدنی کے حصول پر ابھارا اور اس کی تلقین فرمائی ہے، خالد بن معدان حضرت مقدام رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر کوئی کھانا نہیں کھاتا۔ اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی کھاتے تھے۔ اس حدیث اور اس جیسی دوسری احادیث کا صحابۂ کرام کی عملی زندگی اور ان کی فہم و فراست کو صحیح رخ پر لگانے میں بڑا دخل تھا، چنانچہ وہ کسب معاش کے مختلف عملی میدانوں میں لگ گئے۔

ابوالاسود حضرت عروہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:۔ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کام خود انجام دیتے تھے یہاں تک کہ (محنت مشقت کے سبب) ان کے جسم سے بو آتی تھی، لہٰذا ان کو غسل کرنے کی ہدایت کی گئی۔

ان اچھے الفاظ اور ترغیبی مواقع کے ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کام کی قوت و صلاحیت رکھنے والوں کو رزق حلال کی کمائی پر آمادہ کیا اور شوق دلایا اور لوگوں سے مانگنے کی ممانعت فرمائی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کہ (تم میں سے کوئی لکڑی کا گٹھر اپنی پشت پر ڈھو کر لائے (اور بیچے) اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی سے سوال کرے پھر وہ دے یا انکار کر دے) جو تفصیلات بیان ہوئی ہیں ان سے اچھی طرح معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو حصول رزق میں مشغول ہونے اور کمائی کے شعبوں میں لگنے کی تلقین میں اس پہلو کی طرف توجہ دینے کو تقدم و اولیت حاصل ہے۔ اس کے بعد سوال کی ممانعت بیان ہوتی ہے۔ حضرت جعفر کہتے ہیں کہ میں نے حمزہ بن عبد اللہ بن عمر سے سنا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ (آدمی لوگوں سے برابر مانگتا رہتا ہے یہاں تک کہ قیامت کے دن وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرہ پر گوشت نہ ہوگا) [1]

لہٰذا مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ رزق حلال کے حصول کی خاطر وہ تمام طریقے اپنائیں جن سے ان کو فائدہ پہونچتا ہو، بلکہ کائنات کی مخفی چیزوں سے بھی تحقیق و ایجاد کے ذریعہ فائدہ اٹھائیں بلکہ مسلمانوں کو اس میدان میں دوسری قوموں کی پیشوائی کرنی چاہیے جیسا کہ وہ ایمان کی دعوت دینے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جوت جگانے کے سلسلہ میں پیشوائی کرتے رہے ہیں۔

حدیث کا فقہی پہلو

ابن حجر ماوردی سے ان کا قول نقل کیا گیا ہے کہ 'کمائی کے بنیادی پیشے، کاشتکاری، تجارت، صنعت ہیں، امام شافعیؒ کے نزدیک ان میں سب سے اچھا پیشہ تجارت ہے، اور ہمارے نزدیک سب سے قابل ترجیح

[1] فتح الباری۔

اور بہتر کاشتکاری ہے اس لئے کہ یہ توکل سے زیادہ قریب ہے، اس سلسلہ میں امام نوویؒ نے اسی سلسلہ میں مذکور حضرت مقدام کی حدیث پیش کی ہے کہ ---------- زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ سب سے بہتر کمائی اپنے ہاتھ کی محنت ہے، اب اگر کاشتکاری ہے تو یہ سب سے عمدہ ہے کہ اس میں اپنے ہاتھ کا عمل بھی پایا جاتا ہے اور توکل بھی پایا جاتا ہے، مزید براں اس کا فائدہ انسان اور جانوروں دونوں کے لئے عام ہے، اس لئے بھی کہ عادۃً کاشتکاری سے حاصل شدہ رزق بلا عوض دیئے کھایا جاتا ہے ہم کہتے ہیں اپنے ہاتھ کی کمائی جو جہاد میں کفار سے مال غنیمت کے طور پر حاصل کی جائے وہ سب سے بہتر ہے (کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کی کمائی تھی) یہ سب سے عمدہ کمائی ہے کہ اس کے ذریعہ کلمۃ اسلام بلند ہوتا ہے، کفر کا زور ٹوٹتا ہے اور آخرت کا نفع حاصل ہوتا ہے۔ انھوں نے کہا کہ جو اپنے ہاتھ سے کام نہ کرے تو اس کے لئے کاشتکاری ہی بہتر ہے اس لئے کہ اس میں توکل بھی پایا جاتا ہے، ہماری رائے میں اس کی فضیلت کا سبب اس کے نفع کا متعدی ہونا ہے۔

موجودہ حالات میں حدیث سے کیا رہنمائی ملتی ہے

۱۔ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حاکم و مربی کا فرض ہے کہ لوگوں کو کام کرنے اور رزق حلال حاصل کرنے کا مشورہ دے اور اس پر آمادہ کرے۔

۲۔ حدیث کام کی ضرورت پر زور دیتی ہے اور سوال کرنے سے نفرت پیدا کرتی ہے اس لئے کہ کام ہی فقر کے مقابلہ کا ہتھیار ہے، اور انسان کے لئے ضروری ہے کہ اپنے آپ کو بذات خود غنی و مالدار بنائے۔

۳۔ مناسب کام کرنا ہی آمدنی کا ذریعہ اور اسلامی معاشرہ کی ترقی کا راستہ ہے اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو صنعت اور پیشوں کو اپنانے کا حکم دیا ہے، اور اپنے پیچھے بچا اور اس کے اختصاص کو بھی چھوڑا ہے، چنانچہ فرمایا (اپنے ہاتھ کی کمائی سے بڑھ کر بہتر کھانا کسی نے نہیں کھایا)[۱] یعنی اپنے ہاتھوں سے کمایا ہوا رزق کھانا، بندۂ مؤمن کے لئے سب سے بہتر رزق ہے۔ کمائی کے وسائل میں سفر بھی شامل ہے، چنانچہ فرمایا (سفر کرو غنی بن جاؤ گے)[۲]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مُرَاغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً"[۳]

اور جو شخص خدا کی راہ میں گھر بار چھوڑ جائے وہ زمین میں بہت سی جگہ اور کشائش پائے گا۔

۴۔ حدیث سے معلوم ہوا کہ کام کا مقصود اور اللہ کے نزدیک اس کی قیمت نفس کو بے لوث رکھنا اور اس کو سوال سے بچانا ہے۔

---

[۱] فتح الباری [۲] طبرانی فی الاوسط [۳] سورۂ نساء ۱۰۰

عالم اسلام کے ممتاز اہل قلم اور داعی
مولانا محمد الحسنیؒ
مؤسس البعث الاسلامی
کی فکر انگیز تصنیف
- اور -
دعوتی ادب کا ایک عظیم شاہکار
الاسلام الممتحن
سائز ۲۰×۳۰/۱۶ صفحات ۳۰۴
عمدہ کتابت بذریعہ کمپیوٹر دیدہ زیب طباعت — ہدیہ ۶۰/-
ملنے کا پتہ: مکتبہ ندویہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

بفضلہ
بہترین مٹھائیوں اور بیکری مصنوعات سے
وابستہ نام — سلیمان عثمان

چند خاص مصنوعات، افلاطون، ڈرائی فروٹ برفی، ڈرائی فروٹ برفی
انجیر پاک، اخروٹ پاک، انڈا پاک، بادام کا زعفرانی حلوہ، بادامی حلوہ،
سوہن حلوہ، بادامی سوہن حلوہ، کاجو کتلی، کاجو رول، ویک کیک...
ان کے علاوہ کاجو بسکٹ اور دیگر کئی قسم کے بسکٹ، خستہ نان خطائیاں۔
شیریں رواج، شیریں مزاج
سلیمان عثمان مٹھائی والے
۳۷۵۷۹۶۶، ۳۷۵۰۰۵۹ ۳۷۱۷۸۲۲
Fax: 009122-8341635 Telex: 011-79341 BARI IN

دار العلوم ندوۃ العلماء کی ایک اہم ضرورت

تکمیل کے لئے اہل خیر حضرات کی توجہ درکار

دار العلوم ندوۃ العلماء میں طلبہ کی تعداد روز بروز بڑھتی جا رہی ہے جب کہ رہائش کی تنگی کے سبب بہت سے طلباء کو واپس کرنا پڑتا ہے، طلبہ کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر مزید اقامت گاہوں کی ضرورت تو ہے ہی بڑھتے ہوئے عملہ کے لئے اولین فرصت میں کوارٹر بنوانے کی شدید و فوری ضرورت ہے جس کے لئے زمین حاصل کرلی گئی ہے لیکن تعمیر رکی ہوئی ہے۔ جو اہل خیر حضرات کی توجہ کی منتظر ہے خاص طور سے معہد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جس کا قیام دار العلوم میں گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے ہوا ہے، اقامت گاہ اور اسٹاف کوارٹرس کی شدید ضرورت ہے۔

لہٰذا اللہ کے نام پر خرچ کرنے والے بھائیوں سے جن کو اللہ تعالیٰ نے مال کی نعمت سے نوازا ہے ہماری پرزور اپیل ہے کہ اس کام میں دل کھول کر حصہ لیں کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا اجر بے حد و حساب ہے جس کو قرآن مجید میں یوں ادا کیا گیا ہے: مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ أَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۔ جو لوگ اپنا مال خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کے (مال) کی مثال اس دانے کی سی ہے جس سے سات بالیں اگیں اور ہر ایک بال میں سو سو دانے ہوں اور خدا جس (کے مال) کو چاہتا ہے زیادہ کرتا ہے وہ بڑی کشائش والا ہے۔

ہمیں امید ہے کہ اہل خیر حضرات دل کھول کر حصہ لیں گے۔

(مولانا) معین اللہ ندوی
نائب ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

(مولانا) سید محمد رابع حسنی ندوی
مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

نوٹ:- چک، ڈرافٹ، منی آرڈر مندرجہ ذیل پتہ پر روانہ فرمائیں، مرسلہ رقم جس مد کی ہو اس کی صراحت ضروری ہے۔ چک یا ڈرافٹ پر صرف یہ لکھئے:-
ناظم ندوۃ العلماء، پوسٹ بکس نمبر ۹۳ ندوۃ العلماء لکھنؤ۔ یوپی۔
NAZIM. NADWATUL ULAMA. LUCKNOW. U.P.